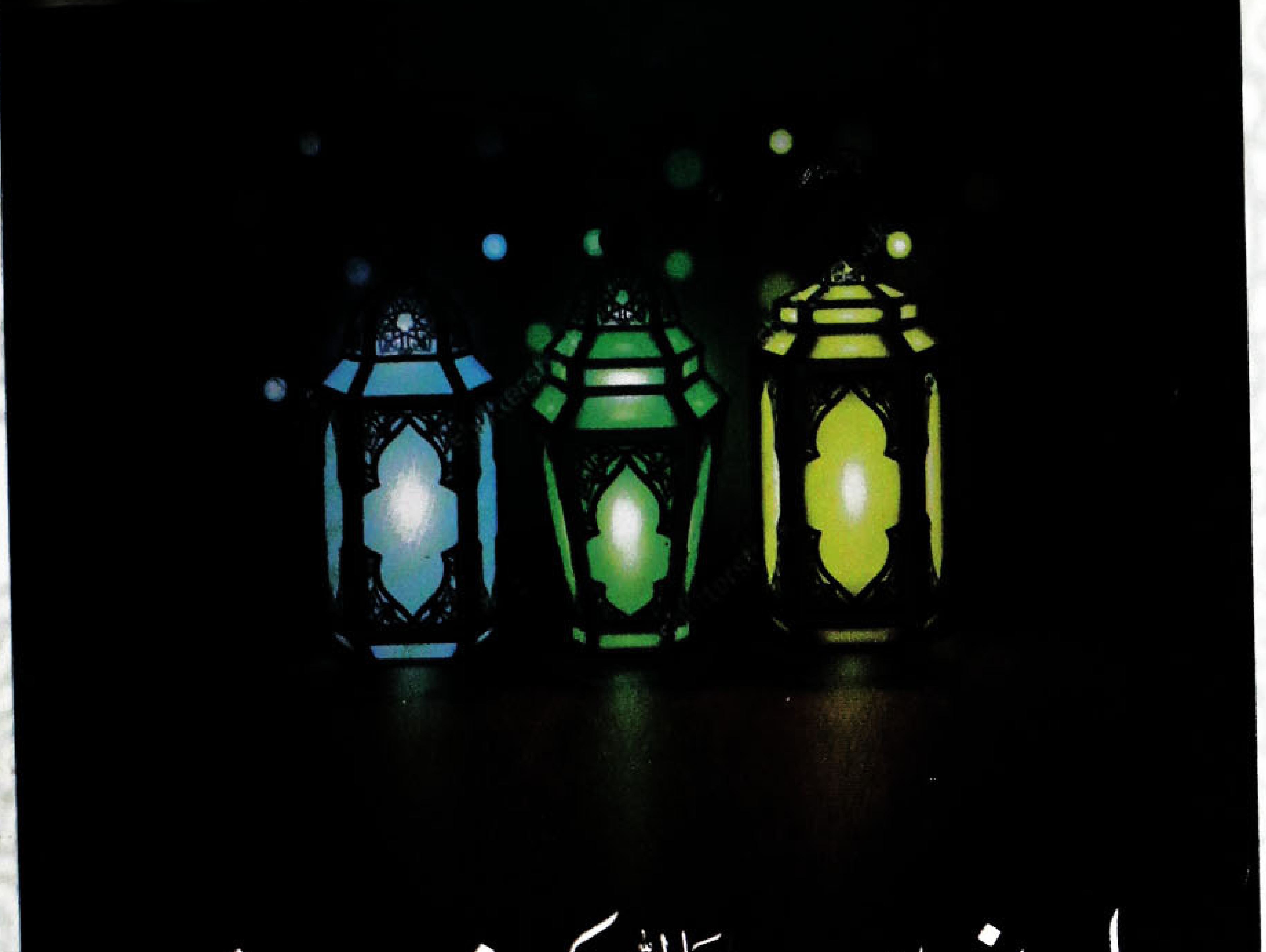

رسولِ انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

عبدالعلیم خطیب ندوی

Marfat.com

رسولِ انسانیت ﷺ
کی انسانیت نوازی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

عبدالعلیم خطیب ندوی

کتب خانہ سیرت
شاپ ۳۱۴، تیسری منزل، بک مال،
اردو بازار۔ کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: رسول انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی
مؤلف: عبدالعلیم خطیب ندوی
اشاعت اول: ربیع الاول ۱۴۳۹/نومبر ۲۰۱۷ء
تعداد: ایک ہزار
صفحات: ۹۶

297-9921
1 44 ع
14 0 0 M M

ناشر
کتب خانہ سیرت
شاپ ۳۱۳، تیسری منزل، بک مال، اردو بازار۔ کراچی
0333-3114696, 0321-2834249
Whatsapp:0301-2558476
Fb.com/kutbkhanaseart

Marfat.com

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	عرضِ ناشر	۷
۲	پیش لفظ	۹
۳	رسولِ انسانیت ﷺ پر ایک نظر	۱۴
	پہلا باب : رسولِ انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی آپ ﷺ کے اپنے اقوال کی روشنی میں	۲۳تا۵۰
۴	پہلی فصل ا (الف) انسانی مقام آپ ﷺ کی نظر میں	۲۳
۵	(۱) انسانی عزوشرف	۲۳
۶	(۲) غیر مسلموں کے سلسلے میں تاکید	۲۳
۷	(۳) مردے کا اکرام	۲۴
۸	(ب) حرمتِ انسانی کے منافی اعمال سے اجتناب کی تاکید	۲۴
۹	(۱) خودکشی کی ممانعت	۲۴
۱۰	(۲) دوسروں کی طرف ہتھیار سے اشارہ کی ممانعت	۲۵
۱۱	(۳) کھلی چھت پر سونے کی ممانعت	۲۶
۱۲	(۴) چہرے پر مارنے کی ممانعت	۲۶
۱۳	(۵) غیر فطری نذر	۲۶
۱۴	(۶) دوسروں کی دل آزاری سے پرہیز	۲۶
۱۵	(۷) بدگمانی سے پرہیز	۲۷
۱۶	(۸) نماز جیسی عبادت میں فطرت انسانی کی رعایت	۲۷
۱۷	(۹) انسانی طبیعتوں کا لحاظ	۲۸

Marfat.com

۱۸	(۱۰) اعمالِ شاقہ سے ممانعت	۳۰
۱۹	(۱۱) بولی پر بولی لگانا	۳۱
۲۰	(۱۲) ظلم	۳۱
۲۱	(ج) معاشرتی بیماریوں سے اجتناب	۳۳
۲۲	(۱) غیبت سے اجتناب کی تاکید	۳۳
۲۳	(۲) لگائی بجھائی کرنے والوں کو تنبیہ	۳۳
۲۴	(۳) سچائی کی ترغیب اور جھوٹ سے نفرت	۳۴
۲۵	(۴) گالی گلوچ سے نفرت	۳۴
۲۶	(۵) آپسی انتشار سے ممانعت	۳۴
۲۷	(۶) فخر و مباہات سے دوری	۳۴
۲۸	(۷) راز کا افشاء	۳۴
۲۹	(۸) وعدہ پورا کرنا	۳۵
۳۰	دوسری فصل: فروغ انسانیت کی کوشش	۳۶
۳۱	(الف) اچھے اخلاق و عادات کی ترغیب	۳۶
۳۲	(۱) رحم و کرم	۳۶
۳۳	(۲) صلہ رحمی کے فضائل	۳۷
۳۴	(۳) لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا	۳۷
۳۵	(۴) بیواؤں اور غریبوں کے ساتھ حسنِ سلوک	۳۸
۳۶	(۵) قرض داروں کو مہلت دینا	۳۸
۳۷	(۶) مزدوروں پر رحم و کرم کا معاملہ	۳۹
۳۸	(۷) چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا اکرام	۴۰
۳۹	(۸) پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک	۴۰
۴۰	(۹) کمزوروں پر شفقت	۴۰

Marfat.com

۴۱	(۱۰) خادموں پر شفقت	۴۱
۴۲	(۱۱) آپسی تعاون پر زور	۴۱
۴۳	(۱۲) گھر والوں پر خرچ کرنا	۴۲
۴۴	(۱۳) پریشانی میں تعاون	۴۲
۴۳	(۱۴) دوسروں کی ضرورت پوری کرنا	۴۲
۴۵	(۱۵) راستے کی تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا	۴۲
۴۶	(ب) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک	۴۳
۴۷	(ج) علم و معرفت کے حصول کی ترغیب	۴۴
۴۸	عبادت پر علم کی فضیلت	۴۵
۴۹	(د) بیماروں کے ساتھ ہمدردی	۴۶
۵۰	(ہ) کسب معاش کی ترغیب اور گداگری سے نفرت	۴۸
	دوسرا باب آپ ﷺ کی عملی زندگی میں انسانیت نوازی کے نمونے	۵۱تا۹۵
۵۱	پہلی فصل: دعاؤں میں آپ ﷺ کی انسانیت نوازی کے نمونے	۵۱
۵۲	(الف) (۱) اللہ کی رحمت	۵۲
۵۳	(۲) توبہ کی اہمیت اور اس کی ترغیب	۵۴
۵۴	(۳) توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے	۵۴
۵۵	(ب)(۱) انسانیت پر شفقت کی انوکھی مثال	۵۶
۵۶	(۲) دعاؤں کے ذریعے اپنے بھائیوں کا تعاون	۵۶
۵۷	(۳) موت کے بعد بھی اپنے بھائیوں کی فکر کرنا	۵۶
۵۸	(۴) دعا میں کیا چیز مانگی جائے	۵۷
۵۹	(۵) ہر طرح کی برائیوں اور پریشانیوں سے پناہ	۵۷
۶۰	(۶) (۳) دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعا	۵۹

Marfat.com

۶۱	(ب) صبح وشام کی دعائیں	۵۹
۶۲	(ج) مختلف اوقات اور مواقع کے متعلق دعائیں	۵۹
۶۳	(۱) جب چاند دیکھے	۵۹
۶۴	(۲) جب کسی نئی چیز سے سابقہ پڑے	۶۰
۶۵	(۳) گھر سے نکلنے کی دعا	۶۰
۶۶	(۴) جب سفر پر روانہ ہو	۶۰
۶۷	(۵) جب بازار جائے	۶۱
۶۸	(۶) جب رات ہو جائے	۶۱
۶۹	(۷) قرض کی ادائیگی کی دعا	۶۱
۷۰	دوسری فصل: اپنی بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کے انسانی نمونے	۶۳
۷۱	(الف) آپ ﷺ کے اقوال کی روشنی میں	۶۳
۷۲	(ب) ازواج مطہرات کے ساتھ سلوک کے عملی نمونے	۶۵
۷۳	تیسری فصل: میدانِ جنگ میں انسانیت نوازی	۷۲
۷۴	(۱) جنگ کے انوکھے اصول	۷۲
۷۵	(۲) میدانِ جنگ میں دشمنوں کے حق میں دعا	۷۳
۷۶	(۳) قیدیوں کے ساتھ معاملہ	۷۴
۷۷	(۴) قیدیوں کی رہائی کی نادر مثال	۷۴
۷۸	(۵) جنگ میں مذہبی رواداری	۷۵
۷۹	(۶) جنگ میں کشادہ قلبی	۷۵
۸۰	چوتھی فصل: آپ ﷺ کی انسانیت نوازی واقعات کی زبانی	۷۷
۸۱	فہرستِ مراجع	۹۶

Marfat.com

عرض ناشر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ سے ہم زندگی کے ہر پہلو پر استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہ استفادہ روزِ اول سے جاری بھی ہے، مگر آج کے مسائل میں شاید اس کی زیادہ ضرورت ہے، اور ایسی ضرورت جس کا پورا کرنا اہل علم کی ذمے داری ہے۔ آج کی انسانیت جس قدر اس چشمۂ صافی کی متلاشی ہے، اس کا ہمیں شاید اندازہ ہی نہیں، اس بنا پر ایسی تحریریں زیادہ بڑی تعداد میں شائع کرنے اور وسیع پیانے پر پھیلانے کی ضرورت ہے، جس میں پوری انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے۔

سیرتِ طیبہ پر اردو میں ہر ہر پہلو سے درجنوں کتب موجود ہیں، اور خوش آئند امر یہ ہے کہ جدید عصر کی مسائل کو سیرت طیبہ کی روشنی میں دیکھنے اور اس موضوع پر لکھنے پڑھنے کا رجحان مسلسل بڑھ رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں روایتی تحریروں کے ساتھ ایسی تحریریں بھی سامنے آرہی ہیں، جنہیں دیکھ کر اطمینان بھی ہوتا ہے اور معلومات میں اضافہ بھی۔ ایسی ہی ایک تحریر ان صفحات میں پیش خدمت ہے۔

یہ تحریر اس سے قبل انڈیا سے شائع ہو چکی ہے، اور اب مہربانِ مکرم جناب مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی کی عنایت واجازت سے اس کی پاکستان سے اشاعت کا

Marfat.com

اہتمام کتب خانۂ سیرت کر رہا ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کا معاملہ یہ ہے کہ دونوں جگہوں پر ایک دوسرے کی تحریروں کی سخت ضرورت اور طلب ہونے کے باوجود کتابوں کا دونوں ممالک میں تبادلہ قریب قریب ناممکن کر دیا گیا ہے۔ ہم اس ضرورت کی تکمیل کی بھی کوشش کر رہے ہیں اور ایسی مزید تحریریں بھی پیش کرنے کا عزم رکھتے ہیں، جو ہندوستان سے شائع ہو رہی ہیں اور ان کے مقام کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے یہاں کے قارئین بھی ان سے استفادہ کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ یہ کاوش قبول فرمائے۔

محمد عارف گھانچی

۲ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ/۲۱ نومبر ۲۰۱۷ء

Marfat.com

پیش لفظ

و بك نستعين يا فتاح

زبان پر بارِ الہا! یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا وہ کون سا پہلو ہے جس پر روشنی ڈالنے اور دنیا کے سامنے اس کے اجاگر کرنے کی ضرورت باقی ہو، چودہ سو سال سے آج تک مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کی طرف سے آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مختلف زاویوں سے لکھا جا رہا ہے، دفتر کے دفتر سیاہ کرنے کے باوجود مصنف آخر کار یہی کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اور کیوں نہ ہوتا جس کی تعریف خود قرآن نے ان الفاظ میں کی ہو "و إنك لعلى خلق عظيم" آپ (ﷺ) تو نہایت بلند اخلاق کے حامل ہیں۔ اور جن کی شہرت و مقبولیت پر پروردگارِ عالم نے ان الفاظ سے مہر ثبت فرمائی ہو "ورفعنا لك ذكرك" ہم نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ کیا کسی انسان سے آپ کی تعریف و توصیف ہو سکتی ہے؟ کیا مزید کسی پہلو پر قلم اٹھانے کی گنجایش نکل سکتی؟ بظاہر تو ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن کون نفس ایسا ہے جس کے اندر ایمان کی چنگاریاں - بھلے مدھم ہی سہی - موجود ہوں، وہ نبی ﷺ سے محبت و عقیدت کا تعلق بھی رکھتا ہو اور آپ ﷺ کی زندگی کے کسی پہلو پر قلم اٹھانے کی تمنا نہ کرتا ہو؟ دراصل یہ ایک بہانہ ہوتا ہے دل کی تسلی کا، روح کی تازگی کا، محبوب کے تذکرے سے اپنے قلب ونگاہ کو منور کرنے کا، اور زندگی کی آلائشوں، نفس کی سرمستیوں سے باطن کی تطہیر کا۔

Marfat.com

دوسری طرف زمانے کے مسائل اور اس کے تقاضوں سے بھی فرار ممکن نہیں، ہر زمانہ اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ مسائل اور تقاضوں کو لے آتا ہے، اس کی کچھ ضروریات ہوتی ہیں، اس کا خاص اسلوب ہوتا ہے اور اس کے اپنے اشکالات ہوتے ہیں۔ اگر بروقت اس کے اشکالات کا جواب صحیح طریقہ، مثبت انداز اور عمدہ اسلوب میں نہ دیا جائے تو پھر ہم سے بڑھ کر مجرم اور زمانے کے ساتھ ظلم کرنے والا اور کوئی نہیں ہوسکتا، اس لیے ہر زمانہ کے علماء ومفکرین نے اپنے اپنے دور کے مسائل اور اشکالات کا اپنے اپنے زمانے کے اسلوب کے مطابق جائزہ لیا ہے، اور مثبت انداز میں اس کے جواب کی کوشش کی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ سیرت رسول ﷺ کی حقانیت پر غیر مسلم مفکرین ومولفین کی آراء وخیالات کے ذریعے دلائل دیے جاتے تھے: اب تو بچے بچے کے نزدیک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت ثابت ہوچکی ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے جن سے ناواقفیت کی بنیاد پر اللہ کے رسول ﷺ پر خود ساختہ اور بے جا الزامات کی بوچھار کی جارہی ہے اور غلط انداز میں آپ ﷺ کی تصویر کشی کر کے دنیا میں آپ ﷺ کو بدنام کرنے کی عمداً سازش رچی جاری ہے۔

عصر حاضر اپنی تمام تر رعنائیوں اور ترقیوں کے باوجود "انسانیت" نام کے اس اہم پہلو میں نہایت مفلس وقلاش واقع ہوا ہے، جس کا عملی نمونہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ حد سے بڑھی ہوئی مادہ پرستی اور شہوت پرستی کے جنون نے اچھائی اور برائی کے درمیان تمیز کی صلاحیت ختم کردی ہے، محبت وشفقت، مساوات واخوت، باہمی تعاون، غریبوں اور فقیروں سے ہمدردی، ایک دوسرے کے درد وغم میں شرکت، ظالموں اور دشمنوں سے عفو ودرگزر، یہ اور اس طرح کے بہت سارے انسانی عنوانات ہیں جن کے بغیر انسانی معاشرے کی

Marfat.com

انسانیت کے نام پر تشکیل ناممکن ہے، کھوکھلے دعوے تو اس کے متعلق کیے جا رہے ہیں لیکن عملی نمونوں سے معاشرہ بالکل خالی ہو چکا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ مغربی طرز زندگی اور طریقۂ تعلیم نے فکری، اخلاقی اور معاشرتی نظام کو اس طرح سے کھوکھلا کر دیا ہے کہ دنیا کے ایک بڑے طبقے کے اندر سے - جو اپنی روشن خیالی و آزادی کے دعوے کرتے نہیں تھکتا - احساسِ زیاں ختم ہو چکا ہے، وہی افکار، علوم اور طرز زندگی معیار بن چکے ہیں جن کو مغرب نے اپنے تعلیمی، سیاسی و صحافتی ذرائع کے مجرمانہ استعمال کے ذریعے دنیا پر مسلط کر دیا ہے، اور اس سے سر مو انحراف تعمیر و ترقی (مغربی اصطلاح کے مطابق) کے میدان میں خودکشی کے مرادف قرار دیا گیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جب کسی معاشرے کے سارے افراد کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں تو پھر وہ بیماری بیماری نہیں رہتی، بلکہ جزوِ زندگی بن جاتی ہے۔ اور اگر کوئی صحت مند و توانا شخص بیماری کی تشخیص کر کے اس کے اسباب و علاج کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے تو اس کی طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اس پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں اور اس کی یہ آواز نامانوس سمجھی جاتی ہے، اب اس میں قصور کس کا ہے؟ آپ خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں! آج دنیا "انسانیت" کے ان نمونوں کے لیے تڑپ رہی ہے، جن کا مشاہدہ دنیا نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب کی عملی زندگی میں کیا تھا، اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے، اے میری پیٹھ پر چلنے والے مدہوش انسانو! اے مادیت کے نشے میں سرشار ہو کر حیوانیت کو شرمسار کرنے والو! میں نے دنیا کے سارے ازموں اور کلچروں کا تجربہ کر لیا ہے، میری آنکھیں دنیا بھر کے مصلحین و مفکرین کا استقبال کر چکی ہیں! میری گود میں اربہا ارب انسان پرورش پا چکے ہیں، میں نے سب کو دیکھ لیا، میں نے سب کا تجربہ کر لیا، میں نے سب کو جانچ لیا، لیکن محمد عربی ﷺ اور ان کے اصحاب سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔

یہ تاریخ کی ایسی شہادت ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، یہاں پر تفصیل

Marfat.com

کا موقع نہیں، ورنہ مخالفین وموافقین کے اعترافات اور شہادتوں کا ایک انبار ہے، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے "لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة" (تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے) کہہ کر یہ اعلان کردیا ہے کہ قیامت تک کے لیے آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی آئیڈیل اور نمونہ نہیں بن سکتا اور آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کی زندگی قابل تقلید نہیں ہوسکتی، تو اس میں تردد اور تذبذب کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ اور اس کے بغیر صحیح ترقی اور حقیقی انقلاب کی امید کیوں کر کی جاسکتی ہے؟

دور حاضر کا یہ مطالبہ بے جا نہیں ہے کہ سیرت رسول ﷺ کی عقلی وفلسفیانہ تشریح وتحقیق اور اس کی حقانیت کے ثبوت کے لیے آسمان زمین کے قلابے ملانے کے بجائے سیرت کے عمدہ نمونوں اور احادیث نبویہ کے زندہ نصوص اور معجزانہ پہلوؤں کو ضرورت کے مطابق فطری اسلوب میں پیش کرنا امت کے حق میں زیادہ موثر ثابت ہوسکتا ہے، کیوں کہ عقلی وفکری باتوں سے عقل وفکر تو متاثر ہوسکتے ہیں لیکن قلبی وروحانی انقلاب اور اخلاقی ومعاشرتی اصلاح کی اس سے امید نہیں کی جاسکتی۔

پیش نظر مختصر سا رسالہ اسی ضرورت کے پیش نظر بعض ساتھیوں کے اصرار پر غیر مسلموں میں سیرت نبویؐ کے تعارف کے لیے مجوزہ سیمنار کے لیے لکھا گیا تھا اب میرے اساتذہ اور کرم فرماؤں کے اشارہ پر مختصر سی ترمیم واضافے کے بعد شائع کیا جارہا ہے، چوں کہ مقصد غیر مسلموں کے سامنے سیرت نبوی ﷺ کے بعض پہلوؤں کو پیش کرنا تھا، اس لیے انھیں پہلوؤں کا انتخاب کیا گیا ہے جن کا زمانہ اور معاشرہ متقاضی ہے۔ اور انہیں دعوتی مصلحتوں کے پیش نظر تحقیق پر تبلیغ اور استیعاب پر انتخاب کو ترجیح دی گئی ہے۔

میں اپنے مشفق استاد اور مشرف علمی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی حفظہ اللہ کا

Marfat.com

انتہائی ممنون ہوں کہ مولانا نے نہ صرف موضوع کی تعیین کی اور مفید مشوروں سے نوازا، بلکہ رسالہ کی تکمیل کے بعد حرفاً حرفاً اس کو دیکھ کر، بعض جگہوں پر مفید اصلاحات کیں اور تشجیعی کلمات سے نوازا، جزاه الله عني وعن الاسلام خير الجزاء۔ اسی طرح میں اپنے کرم فرما مولانا فیصل احمد بھٹکلی ندوی حفظہ اللہ کا بھی نہایت مشکور ہوں جن کی محققانہ نظروں نے اس کتاب کو لائقِ طباعت بنایا اور اس کی ساری ذمہ داریوں سے مجھے آزاد کر دیا، اور بڑی حق ناشناسی ہوگی اگر میں اپنے دونوں بھائیوں جناب عبدالماجد خطیب اور مولانا عبدالسلام خطیب ندوی کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی حوصلہ افزائیاں اور مفید مشورے میرے لیے ہمیشہ مہمیز کا کام کرتے ہیں۔ اور میرے ان تمام اساتذہ اور اداروں کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے مجھے اس لائق بنایا کہ قلم ہاتھ میں لے کر خامہ فرسائی کی جرأت کر سکوں، اسی طرح میں اپنے دو عزیزوں مولوی سید غفران ندوی و مولوی مستقیم محتشم ندوی کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے پروف ریڈنگ و فہرست کی ترتیب میں بھرپور تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مخلصین و کرم فرماؤں کو جزائے خیر دے اور دنیا و آخرت کی ساری جائز تمناؤں کو پورا کرے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

اخیر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو قبول فرمائے اور اسے لکھنے والے اور پڑھنے والوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور راقمِ سطور، اس کے والدین، اساتذہ و معاونین اور جو بھی اس کے لیے ذریعہ بنے ہیں، سب کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ " ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم و تب علينا إنك أنت التواب الرحيم، حسبنا الله ونعم الوكيل. نعم المولى ونعم النصير".

امیدوار شفاعت و رحمت

عبدالعلیم اسماعیل الخطیب

بروز جمعہ ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

Marfat.com

رسول انسانیت ﷺ پر ایک نظر

رسول اللہ ﷺ ایک بشر تھے، اور ایک بشر کی ساری خصوصیات آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں، لیکن فرق صرف یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ان ساری صفات وخصوصیات کو پروردگارِ عالم کے احکام کے تابع کر دیا تھا، اس کی طرف خالقِ ارض وسما نے بھی اپنی مقدس کتاب میں جا بہ جا اشارے دیے ہیں، سورۃ الکہف کی آخری آیت میں ارشاد ہے: "قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلىّ أنما إلهكم إله واحد " (۱) آپ فرما دیجیے میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں، فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا پروردگار ایک ہی ہے"۔

سورہ حم سجدہ میں بھی اس طرح کا اقرار کروایا گیا ہے: "قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلى أنما إلهكم إله واحد فاستقيمو إليه واستغفروه. وويل للمشركين" (۲) سورہ توبہ کے آخر میں آپ کی انسانیت کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے "لقد جاءكم رسول من أنفسكم، عزيز عليه ماعنتم، حريص عليكم، بالمؤمنين رؤوف رحيم" (۳) بے شک تمہارے پاس تمھیں میں سے ایک رسول آئے ہیں، تمہاری پریشانیاں جن پر گراں گذرتی ہیں، تمہاری (ہدایت) کے نہایت مشتاق ہیں اور مومنوں پر انتہائی مہربان ہیں۔ سورہ آل عمران میں بھی بطور احسان کے اسی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے: "لقد من الله على المؤمنين إذ بعث فيهم رسولا من أنفسهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب و الحكمة " اللہ تعالی نے اہل ایمان پر احسان فرمایا کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیات کی ان پر تلاوت کرتا ہے اور ان کے دلوں کو پاک وصاف کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (۴)

---

(۱) آیت نمبر ۱۱۰ (۲) آیت نمبر ۶ (۳) آیت نمبر ۱۲۸ (۴) آیت نمبر ۱۶۴

Marfat.com

خود مشرکین مکہ کو بھی اس کا اعتراف تھا کہ آپ ﷺ انسانوں کی طرح ایک انسان تھے اور آپ میں وہ ساری خصلتیں موجود تھیں جو عام انسانوں کے اندر پائی جاتی ہیں؛ اسی لیے وہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ ہماری طرح کا انسان کیسے خدا کا فرستادہ ہوسکتا ہے: "وقالوا ما لهذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الأسواق " (۵) انھوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازار بھی جاتا ہے، سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد باری ہے: "وما منع الناس أن يومنوا إذ جاء هم الهدى إلا أن قالوا أبعث الله بشرا رسولا " لوگوں کو ہدایت کے آنے کے باوجود ایمان سے صرف اس بات نے روکا کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (۶) سورہ ص میں ان کی حیرت کا اس طرح اظہار کیا گیا ہے: "و عجبوا أن جاء هم منذر منهم وقال الكفرون هذا ساحر كذاب " (۷) اور انہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ ان کے پاس انھیں میں سے ایک ڈرسنانے والا آیا اور کافر بولے یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا"۔ سورہ قٓ میں ہے "بل عجبوا أن جاء هم منذر منهم فقال الكفرون هذا شيء عجيب" (۸) بلکہ انہیں اس کا اچنبھا ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں ایک ڈرسنانے والا آیا تو کافر بولے یہ تو عجیب بات ہے"، اسی بنا پر وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر انسان ہی پر قرآن نازل کرنا تھا تو کسی صاحبِ ثروت وصاحبِ منصب پر نازل فرماتے ان کی کیا خصوصیت کہ انہیں پر نازل کیا گیا "وقالوا لو لا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم "(۹) اور وہ بولے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دوشہروں کے کسی بڑے آدمی پر" اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیات ہیں جو آپ ﷺ کی انسانیت کو کھول کر بیان کرتی ہیں، لیکن اللہ نے آپ ﷺ کی اس طرح تربیت فرمائی تھی کہ آپ ﷺ کی پوری طبیعت شریعت اور اس کے احکام کے سانچے میں ڈھل چکی تھی، اور آپ کی زبان سے مرضی مولا کے سوا دوسری چیز کا نکلنا محال تھا۔

(۵) الفرقان نمبر ۷ (۶) بنی اسرائیل ۹۴ (۷) ص نمبر ۴ (۸) ق نمبر ۲ (۹) الزخرف نمبر ۳۱

Marfat.com

"وما ینطق عن الهوی إن هو إلا وحی یوحی" (۱۰) آپ اپنی طرف سے نہیں بولتے ہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے وحی کردہ الفاظ آپ کی زبان سے ادا ہوتے ہیں، اور خدا شاہد ہے کہ آپ کے اخلاق بھی تربیتِ الٰہی کی سچی تصویر تھے۔ "و إنك لعلی خلق عظیم" (۱۱) اور بے شک آپ اخلاق عالیہ کے نمونہ ہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ ساری انسانی صفات میں جن کا مظہر آپ ﷺ کی شخصیت میں غالب اور نمایاں تھا، وہ ہے رحم وکرم اور عفوودرگذر کا بے پایاں جذبہ۔ انسانیت کی تعمیروترقی کی بے انتہا فکر اور انسانیت سوز اعمال وافکار سے حد سے بڑھی ہوئی نفرت، اور کیوں نہ ہوتا آپ کی بعثت کا مقصد ہی دنیا میں رحمت وانسانیت کا پرچار تھا، اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں آپ ﷺ کی بعثت کو کائنات کے لیے سراسر رحمت قرار دیا ہے "وما أرسلنك إلا رحمة للعالمین" (۱۲) ہم نے تو آپ کو پوری کائنات کے لیے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے" آپ کی سیرت کو مختلف زاویوں سے دیکھنے والا اور عالمی تاریخ پر نظر رکھنے والا اس آیت کی تصدیق کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس میں آپ کا معاملہ صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں تھا، پوری انسانیت کی آپ کو فکر تھی، ہر ذی روح کے لیے آپ کے دل میں تڑپ اور کسک موجود تھی۔

ابھی آپ ﷺ نبی بھی نہیں ہوئے تھے کہ مکہ کے اس مشہور معاہدے میں شرکت کی جس کا مقصد یہ تھا:

۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔
۲۔ مسافروں کی حفاظت کریں گے۔
۳۔ غریبوں کی امداد کیا کریں گے۔
۴۔ زبردستوں کو ظلم کرنے سے روکیں گے۔ (۱۳)

یہ انسانی فطرت آپ کی طبیعت میں اس طرح رچ بس گئی تھی کہ جب غارِ حرا میں

---

(۱۰) سورۃ النجم آیت نمبر ۳و۴ (۱۱) القلم نمبر ۴ (۱۲) الانبیاء نمبر ۱۰۷ (۱۳) سیرت ابن ہشام ۱/۱۰۵-۱۰۶

Marfat.com

آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو اس کا اتنا اثر ہوا کہ آپ ﷺ جان کے لیے خطرہ محسوس کرنے لگے، اوراپنی شریک حیات وغم خوار حضرت خدیجہؓ سے اپنی اس کیفیت اور خوف کا ذکر کیا تو فوراًان کی زبان پر جوالفاظ جاری ہوئے اس سے آپ کے خصوصی مزاج اور طبیعت کی تصویر بڑے واضح انداز میں سامنے آتی ہے۔انھوں نے بڑے یقین واعتماد کے لہجے میں اور پوری قوت کے ساتھ کہا تھا،"ہرگز نہیں خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل ورسوا نہیں کرے گا ،آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ کرتے ہیں،دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں،محتاجوں کے کام آتے ہیں،مہمان کی ضیافت وخاطر مدارات کرتے ہیں،راہِ حق کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔(۱۴)

مکہ کے ابتدائی دور میں مسلمانوں نے کافروں کے ظلم وستم سے تنگ آکر حبشہ (ایتھوپیا) کی طرف ہجرت کی تھی،وہاں کے بادشاہ کے سامنے آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب نے تعارفِ اسلام پر ایک مؤثر تقریر کی تھی،جس کا ایک حصہ ان باتوں پر مشتمل تھا "محمد ﷺ نے ہم کو سچ بولنے،امانت ادا کرنے، رشتہ داری کا خیال کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، ناجائز وحرام باتوں اور ناحق سے پرہیز کا حکم دیا، بے حیائی کے کاموں، جھوٹ، فریب، یتیم کا مال کھانے، پاک دامن وپاکباز عورتوں پر الزام لگانے سے منع فرمایا۔(۱۵)

قیصر روم کے دربار میں قاصد نبوی ﷺ پہنچا ہوا ہے، کفارِ قریش میں آں حضرت ﷺ کے سب سے بڑے حریف اور مقابل ابوسفیان جو چھ برس متواتر آپ ﷺ کے مقابلے میں فوجوں کے پیر جماتے رہے تھے، وہ آں حضرت ﷺ کی تصدیقِ حال اور تفتیش کے لیے بلائے جاتے ہیں، بادشاہ اور ابوسفیان کے درمیان سوال وجواب کا ایک حصہ ملاحظہ ہو:

ہرقل: وہ کیا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ کہتے ہیں، ایک خدا کی عبادت کرو، کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، پاک

(۱۴) بخاری حدیث نمبر ۳ (۱۵) البدایہ والنہایہ ۳/۸۶

Marfat.com

دامنی اختیار کرو، سچ بولو، صلہ رحمی کرو۔(۱۶)

انسانیت دوستی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ قریشِ مکہ رسول اللہ ﷺ سے سارے اختلاف اور دشمنی کے باوجود آپ کی امانت داری، سچائی اور آپ کی عالی ظرفی وحوصلہ مندی پر کلی اعتماد کرتے تھے، پورے مکہ میں اگر کسی کو اپنی چیز کے ضائع ہونے یا غصب کیے جانے کا اندیشہ ہوتا تھا، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ چیز رکھواتا تھا، اس طور پر آپ ﷺ کے پاس مختلف امانتیں جمع ہو گئی تھیں، جب مکہ والوں کی دشمنی وایذا رسانی سے مجبور ہو کر آپ ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے لگے تو حضرت علیؓ کو اس کا ذمہ دار بنایا کہ وہ اس وقت تک مکہ مکرمہ میں رہیں، جب تک یہ امانتیں آپ کی طرف سے ادا نہ کی جائیں۔(۱۷)

ابھی رسول ﷺ کی عمر پینتیس سال کی تھی، ابھی نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے، کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کا واقعہ پیش آیا، کعبہ میں ایک مبارک پتھر نصب ہے جس کو حجرِ اسود کہا جاتا ہے، جب اس کو اپنی جگہ پر رکھنے کا موقع آیا تو آپس میں اختلافات شروع ہو گئے، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسی کو حاصل ہو، بات بڑھتی چلی گئی اور لڑائی تک کی نوبت آ گئی، آخر میں سب کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ دوسرے دن جو شخص سب سے پہلے مسجدِ حرام میں داخل ہوگا وہ اس کا فیصلہ کرے گا، خدا کا کرنا کہ دوسرے دن سب سے پہلے داخل ہونے والے محسنِ انسانیت، رحمتِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب نے بے ساختہ کہا یہ محمد ''الامین'' ہیں ہم ان پر راضی ہیں۔(۱۸)

جب آپ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور حرم میں داخل ہوئے تو سالہا سال کے دشمن، آپ کو گھر سے بے گھر کرنے والے، وطن چھوڑنے پر مجبور کرنے والے اور آپ کی جان کے درپے ہنے والے سب کے سب صف بستہ ہو کر آپ کے سامنے کھڑے تھے اور منتظر تھے کہ آپ ﷺ

---

(۱۶) سیرت ابن کثیر ۴-۳۰۶ و بخاری رقم الحدیث ۷ (۱۷) سیرت ابن کثیر ۳-۲۰۶
(۱۸) تفصیل کے لیے ابن ہشام ۱/۹۷-۱۹۲

Marfat.com

کیا کرنے والے ہیں، آپ ﷺ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، اے قریشیو! تمھیں کیا توقع ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا، انھوں نے جواب دیا: ہم اچھی ہی امید کرتے ہیں، آپ کریم النفس اور شریف بھائی ہیں، اور کریم وشریف کے بیٹے ہیں۔ (☆)

اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دشمن تک کو آپ ﷺ کی رحم دلی اور انسان دوستی کا کتنا اعتراف تھا۔

آں حضرت ﷺ نے مدینہ پہنچ کر یہودیوں اور دوسرے غیر مسلم قبائل کے ساتھ مذکرات کیے اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اور مسلمان باہم امن واطمینان سے رہنے کے لیے آپس میں ایک معاہدہ کرلیں، اس معاہدہ کو تاریخِ عالم کی پہلی سیاسی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔

میثاق کی بڑی بڑی شرطیں یہ تھیں:

۱۔ سارے معاہد ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

۲۔ جو کوئی یہ معاہدہ کرنے والی قوموں پر حملہ کرے گا تو اس کے خلاف سب مل کر قدم اٹھائیں گے۔

۳۔ معاہدہ کرنے والی قوموں کے باہمی تعلقات، خیر خواہی، خیراندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے، ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

۴۔ مظلوم کی مدد ونصرت کی جائے گی۔

۵۔ مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدے کی پابند سب قوموں پر حرام ہوگا۔

۶۔ اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول محمد ﷺ پر چھوڑا جائیگا۔ (۱۹)

انسانیت سے حد درجہ محبت آپ کی سیرت وتعلیمات کا وہ روشن پہلو ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی پر سرسری نگاہ ڈالنے والا بھی اس کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا، چناں چہ وہ غیر مسلم

(☆) تفصیل آگے آرہی ہے (۱۹) سیرت ابن کثیر ۳/۲۵۷

Marfat.com

مصنفین جن کی نگاہیں حقیقت کی تلاش میں رہتی ہیں، اپنی کتابوں میں جگہ جگہ اس کا اعتراف کرتے ہیں، فرانسیسی مفکر الکسنڈر ڈوما نے صحیح لکھا ہے:

''محمد ﷺ اپنے دینی نقوش، اخلاقی بلندی اور اعلیٰ خوبیوں کی بدولت مشرقی دنیا کا ایک معجزہ تھے''۔ (۲۰)

ایک اور فرانسیسی مؤرخ پروفیسر سیڈیو (Prof Sediuot) نے اخلاق وعادات نبوی کا ذکر کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے۔

''آپ نہایت منصف مزاج تھے، مسکینوں سے محبت کرتے تھے، غریبوں میں رہ کر خوش ہوتے تھے، تنگ دست کو اس کی تنگ دستی کی وجہ سے نہ تو حقیر اور نہ بادشاہ کو ان کی بادشاہت کی بنا پر برتر سمجھتے تھے'' (۲۱) جرمن مصنف ڈاکٹر گستاف وائل (Gustaf Weil) نے لکھا ہے:

''مزاج میں اتنی سادگی اور بے تکلفی تھی کہ اپنے ساتھیوں سے کوئی خاص تعظیم وتکریم قبول نہیں فرماتے تھے، اور اپنے غلام سے کوئی ایسی خدمت نہ لیتے تھے جو خود انجام دے سکتے تھے۔

نیز لکھتا ہے:

ہر وقت ہر شخص کی آپ ﷺ تک رسائی ہو سکتی تھی، بیماروں کی عیادت کرتے تھے، اور ہر ایک سے ہمدردی رکھتے تھے'' (۲۲)

گاندھی جی نے اپنے رسالے (Young India)(1922) میں یہ اعتراف کیا ہے:

''مجھے اب پوری طرح یقین ہو چکا ہے کہ اس دور میں لوگوں کے دلوں میں اسلام کے لیے جگہ لوانے والی تلوار نہیں تھی، بلکہ اس کے پیغمبر کی حد سے بڑھی ہوئی سادگی، غیر معمولی شخصی تاثیر، عہد و پیمان کا بے انتہا پاس ولحاظ، اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ ان کا اٹوٹ رشتہ ومحبت، ان کی شجاعت، بہادری، ان کا اپنے پروردگار اور اپنے مشن

(۲۰) الرسول فی الدراسات الاستشراقیۃ المنصفۃ ص ۳۳۶ (۲۱) مقالات سیرت از ڈاکٹر آصف قدوائی ص ۱۳۸۔
(۲۲) ایضاً ص ۱۳۹

Marfat.com

پر غیر متزلزل یقین، یہی وہ چیزیں تھیں جس نے ہر جگہ اس کو عام کیا اور ہر طرح کی رکاوٹوں کو دور کیا، تلوار کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (۲۳)

یہ ان ہزار ہا ہزار غیر مسلموں کے تاثرات میں سے چند نمونے ہیں جن کو موضوع کی مناسبت سے مختصراً میں نے آپ کے سامنے پیش کیا۔ ع

ورنہ سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

یہ سب اس وجہ سے تھا کہ آپ کی زندگی ہی انسانیت سے عبارت تھی، انسانیت کا وہ کون سا پہلو ہے جس کو آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور اپنے عمل کے ذریعے دنیا کے سامنے پیش نہ کیا ہو اور اس کے خلاف جتنی چیزیں ہو سکتی ہیں ان سب سے اپنے پیروکاروں کو نہ روکا ہو، دوسرے الفاظ میں آپ ﷺ کی ساری زندگی ظلم وستم کے خلاف اعلانِ جنگ تھی۔ یاد رکھیے آپ ﷺ کی یہ انسانیت نوازی صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں تھی، بلکہ پوری انسانیت کے معاملے میں آپ ﷺ کا یہی حال تھا، چاہے وہ جس مذہب کے ماننے والے ہوں، ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"کامل مومن وہ ہے جو لوگوں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو" (۲۴)

اس سے بڑھ کر جانوروں، پرندوں تک پر آپ ﷺ نے ظلم کو روا نہیں رکھا، ایک موقع پر آپ ﷺ کے ساتھیوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ان جانوروں (سے سلوک) پر بھی ہمیں ثواب ملتا ہے؟ فرمایا: ہاں! ہر ذی روح پر ثواب ملتا ہے (۲۵) اس کے نمونے اگلے صفحات میں انشاء اللہ پیش کیے جائیں گے۔

کیا دنیا کی تاریخ اس سے بڑھ کر کسی انسانیت نواز، رحیم ومہربان انسان کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

یہ انسانیت نوازی ہی تھی کہ جس مشن کو آپ ﷺ نے خدا کی توفیق اور اس کے حکم سے لوگوں کے حق میں مفید سمجھا اس کے لیے ہر طرح کی قربانی دی، تاکہ انسانیت تباہی وبربادی کے

---

(۲۳) The life of the Prophet, P-60 (۲۴) بخاری (۱۳) (۲۵) بخاری (۲۳۶۲) مسلم (۲۲۴۴)

Marfat.com

راستہ کو چھوڑ کر فلاح و کامیابی کی راہ اختیار کرے، خود پروردگار عالم کو منع کرنا پڑا کہ اتنی بھی دھن صحیح نہیں کہ جان کو خطرہ لاحق ہو جائے "لعلك باخع نفسك أن لا يكونوا مؤمنين" (۲۶) "شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے اپنے تئیں ہلاک کرو گے"۔

اس شفقت و محبت کی مثال اس حدیث سے واضح ہوگی جس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی اور اپنے اصحاب کی مثال مخصوص شکل میں بیان کی ہے فرمایا "میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تو یہ پتنگے اور پروانے بے تحاشا اس پر ٹوٹ پڑنے لگے، وہ شخص پوری طرح انھیں روکنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن وہ اس کے کنٹرول میں نہیں آ رہے ہیں اور کودے جا رہے ہیں، میری اور تمہاری مثال بھی بالکل اسی طرح کی ہے، میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کے کھینچ رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ ہٹو ہٹو آگ سے بچو! لیکن تم لوگ کمر چھڑا چھڑا کر پروانہ وار گرے جا رہے ہو۔ (۲۷)

اسلامی تاریخ اور آپ ﷺ کی سیرت پر تحریر شدہ کتابیں اس طرح کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں، اگر کوئی صرف انھیں کو جمع کرنا چاہے تو کئی جلدیں اس کے لیے ناکافی ہو جائیں۔ نمونے کے طور پر چند مثالیں مختلف عناوین کے تحت پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

---

(۲۶) الشعراء نمبر ۳ (۲۷) بخاری ۶۴۸۳ و مسلم (۲۲۸۲)

140 ۵۳۴

Marfat.com

پہلا باب: رسول انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی آپ ﷺ کے اپنے اقوال کی روشنی میں

پہلی فصل: (الف) انسانی مقام آپ ﷺ کی نظر میں

۱- انسانی عزوشرف:

اللہ کے رسول ﷺ انسانیت کی تعمیر وترقی کے داعی تھے آپ کے دل میں انسان اور اس کی انسانیت کی جو قدر و قیمت تھی اس کا اندازہ کرنا بھی ان لوگوں کے لیے مشکل ہے جن کا آپ ﷺ کی سیرت اور ان کی تعلیمات سے براہ راست واسطہ نہ رہا ہو، ذیل میں چند نمونے اس قبیل سے پیش کریں گے، اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی عبرت ہے جو انسانیت کی حفاظت اور اس کی آزادی کا راگ الاپ کر اور انسان دوستی کے پردے میں انسان کشی کا بھیانک کھیل کھیل رہے ہیں۔

انسان کیا ہے اور اس کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے کیا جا سکتا ہے "قیامت کے دن پہلا فیصلہ خون کے سلسلہ میں کیا جائے گا(۱)"۔ دوسری جگہ آپ ﷺ سے یہ نقل کیا گیا ہے "پوری دنیا کی تباہی اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے خون کے مقابلہ میں ارزاں ہے(۲)"۔

۲- غیر مسلموں کے سلسلے میں تاکید:

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مسلم کے خون کی آپ ﷺ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی، آپ کے سامنے چوں کہ اکثر مسلمانوں کا مجمع رہتا تھا اس لیے آپ کے اکثر مخاطب وہی رہتے تھے، ورنہ دوسری جگہ آپ ﷺ نے یہ صراحت کردی ہے کہ "جس نے

---

(۱) بخاری (۶۸۶۴) (۲) ترمذی ۱۳۹۵، ونسائی (۳۹۹۲)

Marfat.com

کسی معاہد (۳) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا، حالاں کہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلہ سے محسوس کی جا سکتی ہے (۴)۔

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا، آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے فوراً کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ سے کہا گیا یہ تو یہودی کا جنازہ تھا، فرمایا کیا وہ جان نہیں تھی۔ (۵)

۳- مردے کا اکرام:

انسان اپنی زندگی میں جس طرح محترم رہتا ہے پس از مرگ بھی اس کے احترام کی اسی طرح تلقین کی گئی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے مردے کے احترام میں کھڑے ہونے، اس کے غسل دینے، اس پر نماز پڑھنے اور بڑے ادب واحترام کے ساتھ دفن کرنے کی تلقین کی ہے اور کسی طرح سے بھی مردے کو تکلیف دینے سے روکا ہے، فرمایا "مردے کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مثل ہے" (۶) اور اس کے سلسلہ میں حسنِ ظن رکھنے، اور اس کی خامیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے خوبیوں کے عام کرنے کا اس طرح حکم دیا۔ "مردوں کی خوبیوں کا تذکرہ کرو اور ان کی خامیوں سے صرف نظر کیا کرو" (۷) "مردوں کو گالی مت دو کیوں کہ وہ اپنے اعمال کو پہنچ چکے"۔ (۸)

(ب) حرمتِ انسانی کے منافی اعمال سے اجتناب کی تاکید

اس کے ساتھ ساتھ عزت وشرف کے منافی جتنی بھی چیزیں ہو سکتی ہیں جن سے دوسروں کو یا خود اپنے نفس کو نقصان پہنچ سکتا ہے، ان ساری چیزوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

۱- خودکشی کی ممانعت:

یہ انسانی کمزوری ہے کہ جب وہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے یا اسے اپنی کوشش

(۳) وہ غیر مسلم جس سے معاہدہ ہو چکا ہو یعنی جو محارب (جنگ جو) نہ ہو۔ (۴) بخاری (۳۱۶۶)
(۵) بخاری (۱۳۱۲) ومسلم (۸۱-۹۶۱) (۶) ابوداؤد (۳۲۰۷) ابن ماجہ (۱۶۱۶) (۷) ابوداؤد ۴۹۰۰ وترمذی (۱۰۱۹) (۸) بخاری (۱۳۹۳)

Marfat.com

میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ چیز برداشت سے باہر ہو جاتی ہے تو انسان اپنے آپ کو کوسنے لگتا ہے، طبیعت میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اللہ سے رشتہ مضبوط نہ ہو تو مایوسی کی حالت میں خودکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری، اللہ کے رسول ﷺ نے جو شفیق انسانیت اور انسان کے مقام و مرتبے سے سب سے زیادہ واقف تھے بڑی سختی سے اس طرح کی حرکتوں سے روکا، ایک انسان کی جان اتنی سستی نہیں ہے کہ پانی کی طرح بہادی جائے، اس سے معاشرے پر بڑا برا اثر پڑتا ہے، خوداعتمادی کی دولت سے وہ محروم ہو جاتا ہے، ہر آدمی کی سوچ اس طرف رہنمائی کرنے لگے تو معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''جس نے پہاڑ سے چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں چلا جائے گا، اور ہمیشہ ہمیش کے لیے (جہنم میں) چھلانگ لگاتا رہے گا، جس نے زہر کھا کر خودکشی کی (قیامت کے دن) اس کے ہاتھ میں زہر ہوگا جس کو وہ کھاتا رہے گا، اور ہمیشہ ہمیش کی آگ میں جلتا رہے گا۔ اور جس نے چھرا گھونپ کر خودکشی کر لی اس کا چاقو اس کے ہاتھ میں رہے گا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش وہ اپنا پیٹ چاک کرتا رہے گا'' (۹)

صرف خودکشی سے نہیں بلکہ اس کے جو وسائل ہو سکتے ہیں اس پر بھی بندشیں لگا دیں:۔

۲- دوسروں کی طرف ہتھیار سے اشارے کی ممانعت:

رحم کی انتہا دیکھیے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''جو کوئی شخص ہماری مسجد یا بازار سے گذرے اور اس کے ہاتھ میں نیزہ (یا چھرا وغیرہ) ہو تو اس کے پھل (دھاری دار جگہ) کو اپنی ہتھیلی سے چھپائے رکھے تاکہ کسی مسلمان بھائی کو اس سے تکلیف نہ پہنچے'' (۱۰)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''تم میں سے کوئی اپنے ہتھیار کا رخ اپنے بھائی کی طرف نہ کرے (اس کے

---

(۹) بخاری (۵۷۷۸) مسلم (۱۷۵-۱۰۹) (۱۰) مسلم ۲۶۱۵

Marfat.com

ذریعے اشارہ بھی نہ کرے) ممکن ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے اس کو چھین لے (اور کوئی ایسا واقعہ پیش آئے) جسکی وجہ سے وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے"(۱۱)

دوسری روایت میں ہے "جو ہتھیار کے ذریعے اپنے بھائی کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے تو جب تک اس سے باز نہ آئے ملائکہ اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں"(۱۲)

۳- کھلی چھت پر سونے کی ممانعت:

ایسی بے احتیاطی سے بھی روکا ہے جس سے نفس انسانی کو نقصان پہنچ سکتا ہے:

"فرمایا اگر کوئی شخص بغیر دیوار کے کھلی چھت پر سوتا ہے تو اس پر (ہماری) کوئی ذمہ داری نہیں ہے" (اگر کوئی تکلیف پہنچ جائے تو خود ہی اس کا ذمہ دار ہوگا)(۱۳)

۴- چہرے پر مارنے کی ممانعت:

چہرہ چوں کہ انسانی جسم میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اور اس کی شرافت و عزت اور اس کے حسن و جمال کی بھی پہچان ہے لہٰذا اس پر مارنے سے بھی منع فرمایا:-

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا ہے"(۱۴)

۵- غیر فطری نذر:

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے چلا جا رہا ہے، دریافت فرمایا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے، جواب ملا، اس نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مان رکھی ہے، فرمایا: "اللہ تعالیٰ کو اس شخص کے اپنے آپ کو ستانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے" پھر اس کو سوار ہو کر چلے جانے کا حکم دیا"(۱۵)

۶- دوسروں کی دل آزاری سے پرہیز:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے سینے کو کینے سے، کسی کا برا چاہنے سے، ہر طرح پاک کر دیا

(۱۱) ایضاً ۲۶۱۷ (۱۲) ایضاً ۲۶۱۶ (۱۳) ابوداؤد ۵۰۴۲ (۱۴) مسلم ۲۱۱۶ (۱۵) مسلم ۹-۱۶۴۲

Marfat.com

تھا، آپ ﷺ فرماتے تھے "تم میں سے کوئی شخص مجھ سے دوسرے کی شکایت نہ کرے اس لیے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے اس حالت میں آؤں کہ میرا دل بالکل صاف ہو" (۱۶)

اپنے ساتھیوں سے بھی فرماتے تھے "جب تم تین آدمی ساتھ ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو ساتھی آپس میں سرگوشی نہ کریں تاکہ تیسرے کو تکلیف نہ ہو" البتہ مجمع میں ہو تو کوئی حرج نہیں" (۱۷)۔

۷- بدگمانی سے پرہیز:

کسی انسان پر ظلم اور اس کے ساتھ برائی تو دور کی بات ہے، ہمارے نبی ﷺ نے تو دوسروں کے ساتھ بدگمانی سے بھی روکا ہے، ارشاد فرمایا "اچھا گمان رکھنا بھی اچھی عبادت ہے" (۱۸)

۸- نماز جیسی عبادت میں فطرت انسانی کی رعایت:

اسلام میں نماز جیسے عظیم الشان فریضے کی اہمیت سے کون ناواقف ہوگا، یہی تو ایک ایسی عبادت ہے جو اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے، نمازیں جتنی طویل ہوتی ہیں اور اس میں جتنا زیادہ خشوع اور خضوع کا اہتمام ہوتا ہے اتنے ہی زیادہ ثواب اور خیر و برکت کا سبب بنتی ہے، لیکن رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی ضرورت اور راحت کی خاطر جماعت کی نماز میں بھی تخفیف کا حکم فرمایا:۔ "تم میں سے جو کوئی نماز پڑھائے اس کو چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے کیوں کہ ان میں کمزور، بیمار اور بوڑھے سبھی طرح کے لوگ ہوتے ہیں" (۱۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں (اپنے محلے کی) مسجد میں صبح کی نماز میں محض اس لیے نہیں حاضر ہوتا کہ فلاں صاحب بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں، (راوی کہتے ہیں) اس کے بعد جو وعظ آپ ﷺ نے فرمایا، اس سے زیادہ غصہ کی حالت میں کسی اور وعظ میں آپ ﷺ کو میں نے نہیں دیکھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو متنفر کرتے ہیں، تم میں

(۱۶) ابوداؤد ۴۸۶۰ (۱۷) بخاری ۶۲۹۰ مسلم ۱۲۸۴ (۱۸) ابوداؤد ۴۹۹۳ (۱۹) بخاری ۷۰۳، مسلم ۴۶۷

Marfat.com

سے جو نماز پڑھائے اس کو چاہیے کہ مختصر پڑھائے''(۲۰)

اسی طرح کوئی شخص مرض میں مبتلا ہے اور کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر، ورنہ لیٹ کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے''(۲۱)

مسافر کی بھی سہولت کا آپ ﷺ نے خیال رکھا ہے تا کہ سفر کی پریشانی اور تکلیفوں کے ساتھ نماز کو بوجھ سمجھنے نہ لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے ذریعے حالت حضر میں چار رکعت، حالت سفر میں دو رکعت اور حالتِ خوف میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے''(۲۲)

۹- انسانی طبیعتوں کا لحاظ:

انسانی فطرت ہے کہ بار بار کسی چیز سے واسطہ پڑتا ہے تو اس کی اہمیت ان کے دلوں میں زیادہ نہیں رہتی بلکہ بعض اوقات اکتاہٹ اور وقتی طور پر پست ہمتی یا تعطل پیدا ہوتا رہتا ہے، اس کا بھی آپ ﷺ برابر لحاظ کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو جو وعظ ونصیحت فرماتے تھے وہ وقفوں کے ساتھ ہوتی تھی اس خیال سے کہ کہیں ہمارے اندر اکتاہٹ پیدا نہ ہونے لگے''(۲۳)

اس سلسلے میں آپ کی حس اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ نرم دلی وشفقت کی وجہ سے کسی کے روبرو ایسی بات نہ کہہ سکتے تھے جو اس کو ناگوار ہو، چنانچہ یہ کام کسی اور کے حوالے فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک شخص تھا جس کے کپڑوں پر زردی کا اثر غالب تھا، چونکہ آپ ﷺ کسی کے روبرو ایسی بات کہنا پسند نہیں فرماتے تھے جو اس کو ناگوار ہو، اس لیے جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا

---

(۲۰) بخاری ۷۰۲ (۲۱) بخاری ۶۸۹، مسلم ۷۷-۴۱۱ (۲۲) مسلم ۶-۶۸۷
(۲۳) بخاری ۶۸ و مسلم ۲۸۲۱

Marfat.com

کہ اچھا ہوتا اگر تم اس سے یہ کہتے کہ وہ زرد رنگ کا استعمال چھوڑ دے" (۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جب آپ ﷺ کو کسی کے متعلق کسی برائی کی اطلاع ملتی تو آپ ﷺ اس کا نام لے کر یہ نہ فرماتے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ بلکہ آپ ﷺ یوں فرماتے :-"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں" آپ ﷺ اس کی مخالفت تو فرماتے، لیکن کام کرنے والے کا نام ظاہر نہ فرماتے" (۲۵)

آپ ﷺ کی اس پاکیزہ فطرت کی طرف قرآن مجید میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔
ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کے مکان میں دعوت تھی، بہت سارے صحابہ بھی جمع تھے، وہ سب کھانے سے فارغ ہو کر وہیں باتیں کرنے لگے، اللہ کے رسول ﷺ کے آرام کی جگہ بھی وہی تھی اور اس وقت آپ ﷺ کو آرام کا تقاضا ہو رہا تھا، شرم کے مارے آپ ﷺ اس کا اظہار نہ کر سکے تا کہ اچانک مجلس برخاست کرنے کے حکم سے ان کی طبیعت میں ناگواری پیدا نہ ہونے لگے، اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو اس پر تنبیہ کی گئی "یا أیها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی إلا أن یؤذن لکم إلی طعام غیر ناظرین إناه، ولکن إذا دعیتم فادخلوا فإذا طعمتم فانتشروا" (۲۶).

مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے نہ انتظار کرتے ہوئے کھانے کی تیاری کا، جب تم کو بلایا جائے تو جاؤ، اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہو، اس سے پیغمبر کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کہتے نہیں ہیں) لیکن خدا سچی بات کہنے سے شرم نہیں کرتا"

اللہ کے رسول ﷺ مسواک بہت پسند فرماتے تھے، اور اس کی فضیلت کا بہت بلند الفاظ میں اظہار کرتے تھے، مرض وفات میں بھی جب اپنے برادر نسبتی عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کو مسواک کرتے دیکھا تو آنکھوں کے ذریعے اپنی خواہش کا اظہار کیا، (۲۷) اپنے ساتھیوں

---

(۲۴) ابوداؤد ۴۷۸۹ (۲۵) ابوداؤد ۴۷۸۸ (۲۶) الاحزاب ۵۳ (۲۷) سیرۃ ابن ھشام ۴/۵۰۶

Marfat.com

کے لیے بھی یہی پسند کرتے تھے کہ وہ مسواک پابندی سے کیا کریں، لیکن اس بارے میں حتمی فیصلہ صادر نہیں فرمایا، بلکہ صرف فضائل کے بیان پر اکتفا کیا، تاکہ طبیعت پر بار نہ ہو، ارشاد ہے ''اگر میری امت پر گراں نہ گزرتا تو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا'' (۲۸)

۱۰- اعمالِ شاقہ سے ممانعت:

اللہ کے رسول ﷺ ہر چیز میں میانہ روی کو پسند فرماتے تھے، افراط وتفریط سے حتی الامکان دور رہتے تھے، اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے تھے کہ اپنے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو جس کو آسانی سے برداشت نہ کرسکو، اور طبیعت میں جس کی وجہ سے اکتاہٹ پیدا ہوجائے اور آدمی اس کو بوجھ سمجھنے لگے۔ فرمایا، ''دین میں سختی سے کام نہ لیا کرو کہیں اللہ کی طرف سے بھی سختی نہ ہوجائے'' (۲۹) ''آپ ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ جو بھی عمل کیا جائے اس پر پابندی ہو، چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو'' اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر پابندی کی جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (۳۰)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک گھر میں رسی لٹکی ہوئی ہے، پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا، فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے، وہ رات بھر عبادت کرتی ہے، جب اونگنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے، فرمایا اسے کھول دو ''عبادت اس وقت تک کیا کرو جب تک نشاطِ طبع قائم رہے''۔ (۳۱)

بنواسد کی ایک عورت کے سلسلے میں نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ وہ تمام شب عبادت کرتی ہے فرمایا ایسا نہ کرو، ''اعمال بقدر طاقت کیا کرو'' (۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے آنحضرت ﷺ نے پوچھا میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو جاگتے ہو اور دن کو برابر روزے رکھتے ہو، عبداللہؓ نے کہا، ہاں! فرمایا ایسا نہ کرو، روزہ بھی

---

(۲۸) ابوداؤد ۴۷ و ترمذی ۲۳ (۲۹) ابوداؤد ۴۹۰۴
(۳۰) بخاری ۴۳ و مسلم ۷۸۲ (۳۱) بخاری ۱۱۵۰ (۳۲) بخاری ۱۱۵۱

Marfat.com

رکھواور کچھ دنوں کے لیے چھوڑ بھی دو، رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی اور سوؤ بھی، ''دیکھو تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے'' (۳۳)

۱۱- بولی پر بولی لگانا:

فرض کیجیے آپ کسی دوکان سے کچھ خرید رہے ہیں یا کسی لڑکی سے آپ کے رشتہ کی بات چل رہی ہے، اچانک کوئی دوسرا آدمی آڑے آجائے اور درمیان میں دخل اندازی شروع کردے تو آپ کے دل کی کیا کیفیت ہوگی، کیا آپ اس کو خاموشی سے برداشت کرسکیں گے؟

اسی لیے رسول خدا ﷺ نے فرمایا ''کوئی شخص (خرید وفروخت میں) اپنے بھائی کی بولی پر بولی نہ لگائے، اور نہ کسی کے پیغام پر اپنا پیغام بھیجے، البتہ اگر دوسرا شخص اس کی اجازت دے دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں'' (۳۴)

۱۲- ظلم:

ظلم وزیادتی ہر دور میں تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی رہی ہے، اور کسی قوم میں بھی یہ مذموم حرکت پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھی گئی، اللہ کے رسول ﷺ جو انسانیت کے سب سے بڑے بہی خواہ اور شفیق تھے اس کو کیسے برداشت کرسکتے تھے؟ فرمایا: ''ظلم قیامت کے دن (☆) تہہ بہ تہہ تاریکیوں کا سبب بنے گا'' (۳۵)

---

(۳۳) بخاری ۱۹۷۵ (۳۴) مسلم (۸-۱۴۱۲)

(☆) عقیدۂ آخرت: یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام موت کے بعد کی زندگی کو بڑی اہمیت سے بیان کرتا ہے، اور سارے اعمال کے نتائج اسی پر موقوف رکھتا ہے، اور یہی عقیدہ مسلمانوں کو اچھے اعمال پر ابھارنے اور برائیوں سے روکنے کا سبب بنتا ہے، اسی لیے بار بار خدا اور آخرت کا حوالہ دیکر ان کو متنبہ کیا جاتا ہے، اور دن بھر ایسے اعمال اور دعاؤں میں مشغول رکھا جاتا ہے جس سے بندے اور پروردگار کے درمیان رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوجائے، آخرت کا خوف دل میں بیٹھ جائے اور موت کے بعد کی زندگی پر یقین بڑھتا چلا جائے، ان دونوں سرچشموں سے اس کا رشتہ جس قدر مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا، اس کی انسانیت بھی ساتھ ساتھ پروان چڑھتی چلی جائے گی مخلوق سے شفقت، ان سے محبت اور ظلم وفحاشی سے نفرت وغیرہ کے جذبات بڑھتے چلے جائیں گے۔ لہذا آپ ﷺ کے اقوال اور مسلمانوں کے اعمال وغیرہ کو بھی اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ (۳۵) بخاری (۲۴۴۷) ومسلم (۲۵۷۹)

Marfat.com

ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے ظلم کے بھیانک انجام کے بیان کے لیے نہایت ہی انوکھا طریقہ اختیار کیا، صحابہ (اپنے دوستوں) سے دریافت فرمایا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا! ہم میں مفلس وہ سمجھا جاتا ہے جس کے پاس نہ مال و دولت ہو اور نہ ساز و سامان، آپ ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا، میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ و دیگر اعمال کا ڈھیر سارا ذخیرہ اپنے ساتھ لے آئے گا، لیکن (دنیا میں) کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر الزام لگایا ہوگا، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، اور کسی کو مارا ہوگا (جس کے بدلے میں) قیامت کے دن اس کی نیکیاں ان لوگوں میں تقسیم کی جائیں گی (جن سے اس نے بدسلوکی کی تھی) اگر ان کے حقوق کی ادائیگی سے قبل ہی اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو پھر ان کے گناہ اس کے سر ڈال دیے جائیں گے، اس طرح اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا" (۳۶)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ظالم کی تائید کرتا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہے" (۳۷) مسلمانوں کو اس پر بھی زور دیا کہ برائی یا ظلم ہوتا ہوا دیکھے تو اس پر ضرور روک لگائے: "تم میں سے کوئی شخص اگر برائی ہوتے ہوئے دیکھے تو اس پر ضروری ہے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کرے، اگر اتنی ہمت نہ ہو تو صرف زبان سے اس پر نکیر کرے ورنہ دل سے تو ضرور برا مانے، اس کے بغیر تو ایمان کا اعتبار ہی نہیں" (۳۸)

ایک جگہ مثال کے ذریعے سمجھایا کہ کس طرح کچھ لوگوں کی کمزوری پوری قوم کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے جب اس کے تدارک کا خیال نہیں کیا جاتا ہے، فرمایا: "اللہ کے حدود میں کوتاہی کرنے والے اور اس میں ملوث ہونے والوں کی مثال کچھ اس طرح سے ہے ایک مرتبہ ایک جماعت کشتی پر سوار ہوئی، اور دو حصوں میں بٹ گئی، کچھ تو اوپر چلے گئے اور کچھ نیچے رہ گئے، نیچے والوں کے لیے مسئلہ یہ تھا کہ پانی کے لیے بار بار اوپر جانا پڑتا تھا،

---

(۳۶) مسلم ۲۵۸۱

(۳۷) رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۵۴۷۶ (۳۸) مسلم ۲۹۱

Marfat.com

ایک مرتبہ نیچے والوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ چونکہ بار بار اوپر جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوسکتی ہے کیوں نہ ہم نیچے ہی ایسا انتظام کردیں جس سے ہمیں بار بار اوپر جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے، اس خیال سے ایک نے کلہاڑی لی اور کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنا شروع کردیا، جب اوپر والوں کو معلوم ہوگیا تو وہ فوراً نیچے چلے آئے، اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے جواب دیا (میرے بار بار آنے سے) آپ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور پانی کے بغیر ہم زندہ بھی نہیں رہ سکتے (آخر میں نتیجے کے طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا) اگر اوپر والوں نے نیچے والوں کو اس فعل سے باز رکھا تو وہ خود بھی بچ جائیں گے اور دوسروں کو بھی بچا سکیں گے۔ ورنہ دونوں کی ہلاکت میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا'' (۳۹)

ج- معاشرتی بیماریوں سے اجتناب

اسلام انسانی معاشرے اور سوسائٹی کے جوڑ اور اتحاد کا داعی ہے اور امنِ عامہ کا پیامبر ہے اور انسانی معاشرہ انسانیت ہی کے بل بوتے پر ترقی کے مدارج طے کرسکتا ہے، اس لیے اس راہ میں جو رکاوٹیں پیش آسکتی تھیں ان سے بھی اللہ کے رسول ﷺ نے ایک ایک کرکے روکا ہے۔

۱- غیبت سے اجتناب کی تاکید:

۱- ایک مجلس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے حضرت صفیہ کی کسی برائی کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہاری زبان سے ایک ایسی بات نکلی ہے، اگر سمندر میں اس کو ملا دیا جائے تو اس کا مزہ تبدیل ہوجائے'' (۴۰)

۲- لگائی بجھائی کرنے والوں کو تنبیہ:

''(لوگوں کے درمیان) لگائی بجھائی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوسکتا'' (۴۱)

۳- سچائی کی ترغیب اور جھوٹ سے نفرت:

''سچائی نیکیوں کی راہ دکھاتی ہے اور نیکیاں جنت تک لے جاتی ہیں، آدمی برابر

---

(۳۹) بخاری (۲۶۸۶) (۴۰) ابوداود ۴۸۷۵، ترمذی ۲۵۰۴ (۴۱) بخاری ۶۰۵۵، مسلم ۱۰۵

Marfat.com

سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک بھی وہ سچوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور جھوٹ بری راہیں دکھلاتا ہے اور برائیاں جہنم تک لے جاتی ہیں، جب آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے تو اللہ کے نزدیک بھی وہ جھوٹوں میں شمار کیا جاتا ہے" (۴۲)

۴- گالی گلوج سے نفرت:

"مسلمانوں کو گالی دینا بڑا گناہ ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے" (۴۳)

"مُردوں کو بھی گالی مت دو، وہ اپنے اعمال کو پہنچ چکے" (۴۴)

۵- آپسی انتشار سے ممانعت:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ کیا کرو اور نہ حسد اور ناراضگی کا راستہ کھول دو اور نہ بول چال بند رکھ کر دشمنی کا ثبوت دو، بلکہ اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، ایک مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلقی اختیار کرے"۔ (۴۵)

۶- فخر و مباہات سے دوری:

دوسروں پر فخر کرنا، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا یا دل میں اپنی بڑائی کا خیال کر کے دوسروں کو حقیر سمجھنا، یہ انسانیت کے لیے سم قاتل ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے پرزور الفاظ میں اس کی مذمت کی ہے، "وہ شخص جنت میں نہیں داخل ہوسکتا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو"۔ (۴۶)

۷- راز کا افشا:

رازداری کی بات کے ایک دوسرے پر افشا سے بھی آپس میں رنجش پیدا ہوتی ہے اس لیے اس سے بھی روکا گیا، فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے "قیامت کے دن سب سے خطرناک عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جو اپنی بیوی سے رازداری کی بات کرے اور بیوی

---

(۴۲) بخاری ۶۰۹۴ و مسلم ۲۶۰۷ (۴۳) بخاری ۶۰۴۴ و مسلم ۶۴ (۴۴) بخاری ۱۳۹۳

(۴۵) بخاری ۶۰۶۵ و مسلم ۲۵۵۴ (۴۶) بخاری ۶۰۶۵، مسلم ۲۵۵۴

Marfat.com

اپنے شوہر سے پھر وہ اس کا راز فاش کر دے" (۴۷)

۸- وعدہ پورا کرنا:

وعدہ پورا کرنا بھی انسانی خوبیوں میں داخل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "چار خصلتیں جن میں پائی جائیں وہ پکا منافق ہے، اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے اس کے اندر ایک درجے کا نفاق پایا جائے گا، جب تک کہ اس سے باز نہ آجائے" ۱۔ جب اس پر اعتماد کیا جائے تو اس میں خیانت کرے ۲۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے ۳۔ جب معاہدہ کرے تو اس میں غداری کرے ۴۔ جب لڑائی کرے تو گالی بکے" (۴۸)

ایک اور روایت میں ہے جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔ (۴۹)

---

(۴۷) بخاری ۶۰۶۵ و مسلم ۲۵۵۴ (۴۸) مسلم ۹۱ (۴۹) مسلم ۱۴۳۷

Marfat.com

دوسری فصل: فروغِ انسانیت کی کوشش

دوسری طرف اللہ کے رسول ﷺ نے انسانیت نوازی، ان کے دکھ درد میں شرکت ان کی پریشانیوں اور مصیبتوں میں ساتھ دینے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے کی جگہ جگہ ترغیب دی:

(الف) اچھے اخلاق وعادات کی ترغیب

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے بہترین اخلاق والے تھے(۱) دوسری روایت میں ارشاد فرماتے ہیں ''میں نے دس سال اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں گذارے، آپ ﷺ نے کبھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا، اور نہ کسی کام پر کبھی ٹوکا اور جھڑکا'' (۲)

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:۔ ''مومن کی ترازو میں قیامت کے دن سب سے وزنی چیز اس کے اچھے اخلاق ہوں گے'' (۳) نیز فرمایا سب سے مکمل ایمان اس شخص کا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، تم میں سب سے بہترین اخلاق اس شخص کے ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہو'' (۴)

اللہ کے رسول ﷺ اپنے کسی ساتھی کو دینی مہم پر روانہ کرتے تو اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ''خوش خبریاں سنانا، نفرت مت پھیلانا اور آسانی سے کام لینا، پریشانیوں میں مبتلا نہ کرنا'' (۵)

ا۔ رحم وکرم

رحم انسان کی وہ صفت ہے جو انسان کو انسانیت سے روشناس کراتی ہے اور معاشرے کے اندر توازن، یگانگت اور محبت کی فضا عام کرتی ہے، اس سے محرومی انسانیت کی روح سے محرومی کے مرادف ہے، اسی لیے رحمتِ دوعالم ﷺ نے اس کی بڑی ترغیب دی ہے، فرمایا: ''رحم

---

(۱) بخاری (۶۳۰۳) ومسلم (۲۱۵۰) (۲) بخاری (۳۵۶۱) (۳) ترمذی (۲۰۰۳) (۴) ترمذی (۲۰۰۵)
(۵) بخاری (۶۱۲۴) مسلم (۱۷۳۲)

Marfat.com

کرنے والوں پر وہ رحم کرتا ہے جو رحمٰن ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا'' (۶)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا'' (۷)

فرمایا ''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے'' (۸)

۲- صلہ رحمی کے فضائل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے'' (۹)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''صلہ رحمی اس کا نام نہیں ہے کہ آدمی صرف برابری کا معاملہ کرے، بلکہ حقیقی صلہ رحمی تو یہ ہے کہ آپ اس شخص سے ناتا جوڑتے رہیں، جو اسے توڑتا رہتا ہے'' (۱۰)

اور فرمایا ''رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکتا'' (۱۱) کبھی اس طرح سے اس کی ترغیب دی ہے:

جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور اس پر رزق کی بھی کشادگی ہو اس کو چاہیے کہ رشتہ داری کے حقوق ادا کرتا رہے'' (۱۲)

۳- لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''ایک مرتبہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں وہ مجھ سے کچھ مانگ رہی تھی (بھیک مانگ رہی تھی) میرے پاس صرف ایک کھجور تھی اور کچھ نہیں تھا، وہی میں نے اس کے حوالے کر دیا، اس عورت نے وہ کھجور

---

(۶) ابوداؤد (۴۹۴۱) وترمذی (۱۹۲۴) (۷) بخاری (۷۳۷۶) ومسلم (۲۳۱۹) (۸) رواہ البیہقی فی شعب الایمان باب فی طاعۃ أولی الأمر (۷۴۴۶) (۹) بخاری (۶۱۳۸) (۱۰) بخاری (۵۹۹۱) (۱۱) بخاری (۵۹۸) ومسلم (۲۵۵۶) (۱۲) بخاری (۵۹۸۶) ومسلم (۲۵۵۷)

Marfat.com

اپنی دونوں لڑکیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا، پھر تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر چلی گئی، اللہ کے رسول ﷺ گھر آئے تو میں نے پورا واقعہ آپ ﷺ کے گوش گذار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر ان لڑکیوں کی وجہ سے کوئی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے پھر بھی وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو قیامت کے دن یہی لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے دوری کا سبب بنیں گی''۔(۱۳)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کے وہ بڑی ہو گئیں، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح قریب ہوں گے، آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں ملا کر (قریب ہونے کو) بتلایا۔(۱۴)

۴- بیواؤں اور غریبوں کے ساتھ حسنِ سلوک:

آپ ﷺ نے فرمایا ''بیواؤں اور غریبوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کے راستہ میں دوڑ دھوپ کرنے والے کے برابر ہے'' (۱۵)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا جس نے کسی یتیم کو اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کیا تو اللہ تعالیٰ یقینی طور پر اس کے لیے جنت واجب قرار دیتے ہیں، الا یہ کہ کوئی ایسا گناہ کر بیٹھے جس کی کوئی بخشش نہ ہو، اور جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی یا تین بہنوں کی پرورش کی، ان کو اچھی تعلیم دی، اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا، یہاں تک کہ وہ بڑی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب فرما دیتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کسی نے دو پرورش کی؟ (اس کا بھی یہی حکم ہے؟) فرمایا: ہاں ہاں! دو کا بھی یہی حکم ہے راوی کہتے ہیں کہ اگر ایک کی بابت سوال کیا جاتا تب بھی اثبات ہی جواب ملتا۔(۱۶)

۵۔قرض داروں کو مہلت دینا:

مجبور و بے بس انسان جب کسی سے قرض لیتا ہے اور وقت پر ادا نہیں کر سکتا، تو قرض خواہوں کے اصرار اور ظلم و ستم سے اس پر کیا گذرتی ہوگی، اس کا اندازہ وہی شخص کر سکتا

(۱۳) بخاری ۵۹۹۵ و مسلم ۲۶۲۹ (۱۴) مسلم ۲۶۳۱ (۱۵)
بخاری (۶۰۰۷) مسلم (۲۹۸۲) (۱۶) مسلم (۱۵۶۳)

Marfat.com

ہے جس کا اس طرح کے مسائل سے کبھی واسطہ رہا ہو، ایسے بے یار و مددگار شخص سے پیارے رسول ﷺ کیسے چشم پوشی کر سکتے ہیں؟ چنانچہ زبان نبوت گویا ہوتی ہے:-

''جس شخص نے بھی کسی تنگ دست کو مہلت دے دی یا اس کی طرف سے قرض ادا کیا (معاف کر دیا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کی پریشانیوں سے اسے نجات دے دیں گے'' (۱۷)

ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، اور اپنے لڑکے سے کہتا تھا ''جب کوئی تنگ دست آ جائے تو اسے معاف کر دینا، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ہمارے ساتھ بھی درگذر کا معاملہ فرمائے، جب اس کا انتقال ہوا تو واقعی اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ درگذر ہی کا معاملہ فرمایا'' (۱۸)

۶- مزدوروں پر رحم و کرم کا معاملہ:

ایک مزدور جب اپنی اور گھر والوں کی زندگی کی خاطر دن بھر محنت و مشقت کا کام کر کے اپنے آپ کو تھکا دیتا ہے تو اس کے نزدیک دن بھر کی مزدوری ہی اصل ہوتی ہے، اگر کسی نے اس سلسلہ میں ذرا غیر سنجیدگی سے کام لیا تو اس کے دل پر کیا قیامت ٹوٹ پڑے گی؟ اس کی اس پریشانی و بے چینی کو مشفقِ اعظم رسول خدا ﷺ کس طرح سے محسوس کرتے ہیں اس کا بھی ہلکا سا نمونہ ملاحظہ ہو:

ایک روایت میں تین افراد کے متعلق فرمایا کہ ''قیامت کے دن میں ان کے خلاف کھڑا ہو جاؤں گا، منجملہ ان کے ایک شخص وہ بھی ہوگا جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر رکھا اور اس سے پورا پورا کام بھی لیا، لیکن اس کی مزدوری ادا نہیں کی'' (۱۹)

مزدوروں کو خوش رکھنے اور ان کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھنے کا اتنا شوق تھا کہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ''مزدوروں کو پسینہ سوکھنے سے پہلے ہی ان کی مزدوری ادا کرو'' (۲۰)

---

(۱۷) بخاری (۲۰۷۸) مسلم (۱۵۶۲) (۱۸) بخاری ۲۰۷۸ و مسلم ۱۵۶۲
(۱۹) بخاری (۲۲۲۷) (۲۰) ابن ماجہ (۲۴۴۳)

Marfat.com

۷- چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا اکرام:

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا اکرام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں''۔ (۲۱)

۸- پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک:

رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''وہ شخص مومن نہیں ہو سکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے بغل میں بھوکا رہے'' (۲۲)

ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔ ''وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ رہے'' (۲۳)

ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب شوربا بناؤ تو ذرا وافر مقدار میں بناؤ اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو' (۲۴)

۹- کمزوروں پر شفقت:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی خدا اپنے سایے کو اس پر دراز کرے گا، اور اس کو جنت میں داخل کرے گا''

۱۔ کمزوروں کے ساتھ نرمی کرنا۔

۲۔ ماں، باپ پر مہربانی کرنا۔

۳۔ غلاموں پر احسان کرنا۔ (۲۵)

---

(۲۱) ترمذی ۱۹۲۱ (۲۲) رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۳/۲۲۵ (۲۳) مسلم ۷۳-۴۶ (۲۴) مسلم ۲۶۲۵

(۲۵) ترمذی ۲۴۹۴

Marfat.com

۱۰- خادموں پر شفقت:

آں حضرت ﷺ کی ملکیت میں جو غلام آتے تھے ان کو آپ ہمیشہ آزاد فرما دیتے تھے، لیکن وہ حضور ﷺ کے احسان و کرم کی زنجیر سے آزاد نہیں ہو سکتے تھے، ماں باپ، قبیلہ، ورشتہ چھوڑ کر عمر بھر آپ ﷺ کی غلامی کو شرف جانتے تھے۔(۲۶)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے، تو ایسے شخص پر جس کے کسی بھائی کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ماتحت بنا دیا ہے ضروری ہے کہ جو خود کھائے وہ اس کو کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو پہنائے، اور اس کو ایسے کام کا مکلف نہ بنائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو، اگر کسی طرح کے مشقت والے کام میں اسے مشغول کرنا ہو تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے۔(۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا خادم تمہارے لیے کھانا تیار کر دے پھر اسے تمہارے سامنے پیش کرے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھائے اور کھانے میں شریک کرے، اس لیے کہ اس نے اسی کی خاطر گرمی اور دھواں برداشت کیا ہے، اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک یا دو لقموں سے اس کی خاطر داری کرے"(۲۸)

ان کی دل جوئی و ہمت افزائی کا اتنا خیال اس لیے فرماتے تا کہ وہ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں، ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: "جب کوئی غلام (یا نوکر) اپنے آقا کی اچھی طرح خدمت کرتا ہے اور اچھی طرح اللہ کی عبادت بھی کرتا ہے تو وہ دو گنے اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے"(۲۹)

۱۱- آپسی تعاون پر زور:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو

(۲۶) سیرۃ النبی از علامہ سید سلیمان ندوی ۲/۱۳۷، تفصیل عملی نمونوں میں اگلے باب میں انشاء اللہ
(۲۷) بخاری (۶۰۵۰) و مسلم (۱۶۶۱) (۲۸) مسلم (۱۶۶۳) (۲۹) بخاری (۲۵۴۶) و مسلم (۱۶۶۷)

Marfat.com

مومن کی کسی دنیوی پریشانی کو دور کرتا ہے، اللہ تعالی قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو اس سے دور فرمائیں گے'' جو شخص کسی تنگ دست کے ساتھ نرمی وسہولت کا معاملہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرماتے ہیں، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے وہ اللہ کی مدد وحفاظت میں رہتا ہے'' (۳۰)

۱۲- گھر والوں پر خرچ کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دینار جس کو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار جس کو تم غلام کی آزادی میں خرچ کرتے ہو، ایک دنیار جس کو تم فقیروں پر خرچ کرتے ہو، اور ایک دینار جس کو تم گھر والوں پر خرچ کرتے ہو اس میں سب سے زیادہ اجر والا وہ دینار ہے جس کو تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو'' (۳۱)

۱۳- پریشانی میں تعاون:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر ضروری ہے کہ قیامت کے دن جہنم کی آگ سے اس کی حفاظت کرے'' (۳۲)

۱۴- دوسروں کی ضرورت پوری کرنا:

''اگر کوئی شخص میرے کسی امتی کی ضرورت پوری کرتا ہے جس سے وہ خوش ہو جائے، تو حقیقت میں اس نے میرے لیے خوشی کا سامان فراہم کر دیا، اور جس شخص نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا، اور اللہ جس سے خوش ہوتا ہے اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے'' (۳۳)

۱۵- راستے کی تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں نے ایک آدمی کو جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا جس کی

(۳۰) مسلم (۲۶۹۹) (۳۱) مسلم (۹۹۵) (۳۲) بغوی فی شرح السنۃ ۱۰/۱۳ (۳۵۲۸)
(۳۳) البیہقی فی شعب الایمان ۶/۱۱۵ (۷۶۵۲)

Marfat.com

مغفرت صرف اس بنیاد پر ہوئی کہ اس نے راستے سے اس پیڑ کو ہٹا دیا تھا جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی۔(۳۴)

(ب)- جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک:

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جانوروں کو کسی چیز کا احساس نہیں ہوتا اور ان پر کسی قسم کی زیادتی، زیادتی شمار نہیں کی جاتی، دیکھیے رحمتِ دوعالم ﷺ کیا فرماتے ہیں جن کی رحمت صرف انسانوں پر عام نہیں تھی، بلکہ جانور بھی اس میں شریک تھے۔

ایک عورت کی نسبت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اس پر صرف اس لیے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی باندھ رکھی تھی اور اس کو کھانا پانی کچھ نہ دیا اور آخر وہ اسی طرح بندھی مرگئی"(۳۵)

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جانوروں کو چارہ پانی دینے کی ہدایت فرمائی اور ان کو پریشان کرنے اور طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی ممانعت کی اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اور ان کو آرام پہنچانے کو باعثِ اجر وثواب اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ قرار دیا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے قتل بھی کرو تو اچھے طریقے سے کرو، ذبح بھی کرو تو اچھی طرح کرو، تم میں جو ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری پہلے تیز کرے اور اپنے ذبیحے کو آرام دے"(۳۶)

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص کہیں سفر پر تھا راستے میں اس کو سخت پیاس لگی، سامنے ایک کنواں نظر آیا، وہ اس میں اتر گیا، جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہو رہا تھا یہی اس کا بھی ہے، پھر وہ کنویں میں اترا، اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر اپنے دانتوں سے ان کو دبایا اور اوپر آکر کتے کو پلایا اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو قبول

(۳۴) مسلم ۲۰۲۱-۱۹۱۴ (۳۵) بخاری ۳۴۸۲ (۳۶) مسلم ۱۹۵۵

Marfat.com

فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی" (۳۷)

ایک سفرِ جہاد میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایک چڑیا کے دو بچے پکڑ لائے، چڑیا فرطِ محبت سے ان کے گرد منڈلانے لگی، رسول ﷺ قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے تھے، واپس آکر یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے اس کو بے قرار کیا ہے، اس کے بچوں کو چھوڑ دو" (۳۸)

آں حضرت ﷺ نے ایک اونٹ دیکھا جسکا پیٹ بھوک کی وجہ سے پیٹھ سے لگ گیا تھا، فرمایا "ان بے زبان جانوروں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، ان پر سوار ہو تو ان کو اچھی حالت میں رکھ کر سوار ہو، اور ان کو کھاؤ تو ان کو اچھی حالت میں رکھ کر کھاؤ" (۳۹)

ج-علم و معرفت کے حصول کی ترغیب:

انسانیت کی تعمیر و ترقی میں علم کا جو حصہ ہے وہ کسی بھی صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے، دوسری طرف جہالت ولاعلمی انسانیت کی موت اور معاشرے کے بگاڑ کا سب سے موثر ذریعہ ہے، اس لیے انسانیت کی تعمیر و ترقی اور اچھے جذبات کے رواج کے لیے جہالت سے اعلان جنگ اور صحیح علم و معرفت کا حصول اور اس کی ترغیب و دعوت ضروری ہے، پیارے رسول ﷺ کی تو بعثت کا مقصد ہی یہی تھا، چنانچہ جگہ جگہ اس انسانی پہلو پر زور دینا اور اس کے فضائل بیان کرتے رہنا اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ اس کے لیے آسان فرمادیتے ہیں، اور فرشتے طالب علموں کے اعمال سے راضی ہو کر ان کے لیے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں، عالم کے لیے زمین و آسمان کی ساری چیزیں یہاں تک کہ مچھلیاں بھی پانی میں دعاے خیر کرتی رہتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر اسی طرح کی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دیگر ستاروں پر" (۴۰)

سچائی اور اچھائی کا راستہ دکھلانے کی خاطر، بھلائی اور امن کی فضیلت اور برائی و ظلم

(۳۷) بخاری ۲۳۶۳ و مسلم ۲۲۴۴ (۳۸) ابوداؤد (۲۶۷۵) (۳۹) ابوداؤد (۲۵۴۸) (۴۰) ابوداؤد (۳۶۴۱)

Marfat.com

کے خاتمے کے لیے اللہ کے راستے میں نکلنے کی فضیلت سے کون ناواقف ہوسکتا ہے، ایک جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کے راستے کی ایک صبح یا ایک شام دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے'' (۴۱)

چونکہ علم کا حصول بھی انھیں مقاصد کی خاطر ہوتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو بھی اللہ کا راستہ قرار دیا ہے، ''جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے وہ اللہ کے راستے میں شمار کیا جاتا ہے'' (۴۲)

عبادت پر علم کی فضیلت:

عبادت کرنا اللہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ عمل ہے، قرآن نے تو عبادت ہی کو جن وانس کی تخلیق کا مقصد قرار دیا ہے، عبادت سے تنہا اس فرد کی اصلاح وتہذیب ہوتی ہے اور علم پوری انسانیت کی حفاظت اور ترقی کا ضامن ہے اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے عبادت سے علم کو آگے رکھا فرمایا ''عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے کم ترین شخص پر'' (۴۳) اللہ کے رسول ﷺ کے مقام ومرتبے کا کیا کہنا کوئی انسان کیا پوری کی پوری انسانیت، از آدم تا آخر دم، مل کر بھی ان کی گرد کو چھو نہیں سکتی، جب عابد پر عالم کی فضیلت کا یہ حال تو جاہل اور ان پڑھ پر اس کی فضیلت کا کیا کہنا، کیا اس سے بھی بڑھ کر علم کے فضائل وترغیب کی توضیح ممکن ہے؟؟؟

د- بیماروں کے ساتھ ہمدردی:

صحت وبیماری یہ انسان کے لیے لازم وملزوم چیز کی طرح ہیں، اس سے کسی کو مفر نہیں، صحت میں تو انسان اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے اور اپنے فرائض واعمال سے آسانی سے سبکدوش ہوسکتا ہے، لیکن بیماری ایک ایسی مصیبت وآفت ہے جو انسان کو لاغر اور مجبور بنا دیتی ہے، اس پر مایوسی اور ناامیدی کی کیفیت طاری کر دیتی ہے، ایسے موقع پر اگر اس کی صحیح انداز میں نگہداشت نہیں کی گئی، تسلی اور حوصلہ افزائی کے ذریعے اس کو ڈھارس نہ دیا گیا بلکہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا، تو پھر اس کی زندگی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی، یہ انسان کی انسانیت ہی ہوتی ہے جو اس کو

(۴۱) بخاری ۲۷۹۲، مسلم ۱۸۸۰ (۴۲) ترمذی (۲۶۴۹) (۴۳) ترمذی (۲۶۸۶)

Marfat.com

گھنٹوں مریض کی خاطر بے چین کیے رہتی ہے، راتوں کی نیندیں اڑا دیتی ہے، اور اس کی تیمارداری وعلاج کی خاطر دردر کی ٹھوکریں بھی اس کے لیے آسان بنادیتی ہے، بڑا ہی مجرم اور انسانیت سے عاری ہے وہ شخص جو اس سلسلے میں کوتاہی برتتا ہے، مریض کو اس کی حالت پر چھوڑ کر خود اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے، یا محض چند ٹھیکروں کی خاطر علاج سے لاپروائی برتتا ہے۔

نبی انسانیت ﷺ کا جذبۂ انسانیت ایسے موقعوں پر پوری طرح نمایاں ہو جاتا تھا آپ ﷺ نہ صرف خود بیماروں کی عیادت کرتے تھے بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی مختلف طریقوں سے اس کے فضائل بیان کر کے اس پر ابھارتے تھے، یہ رسول اللہ ﷺ کا ہمیشہ کا معمول تھا کہ ہر اچھے کام پر جس سے انسانیت کا فائدہ ہو اپنے ساتھیوں کو آمادہ کرتے رہتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے(۴۴)'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے وہ خود اللہ کی مدد ونصرت میں رہتا ہے'' (۴۵)

حضرت براء بن عازبؓ ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم مریض کی عیادت کریں، جنازہ کے پیچھے چلیں، چھینکنے والوں کا جواب دیں، قسم دلانے والے کی قسم پوری کریں، مظلوم کی مدد کریں، دعوت قبول کریں اور سلام کو عام کریں۔ (۴۶) ایک مرتبہ فرمایا ''جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ جنت کے باغوں میں رہتا ہے۔ (۴۷)

ایک یہودی لڑکا اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوگیا، اللہ کے رسول ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر فرمانے لگے، اسلام لے آؤ، بچہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے قریب ہی تھا، باپ نے کہا کہ ابوالقاسم (محمد ﷺ) کی بات مان لو، وہ بچہ اسلام لے آیا، اللہ کے رسول ﷺ یہ کہتے ہوئے گھر

(۴۴) بخاری ۱۳ (۴۵) مسلم ۲۶۹۹ وابوداؤد ۴۹۴۶ (۴۶) مسلم ۲۰۶۹
(۴۷) مسلم ۲۵۶۸

Marfat.com

سے نکلے ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے اسے آگ سے بچا لیا'' (۴۸)

جب مریض کی عیادت کرتے تو دایاں ہاتھ اس پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے ''اے اللہ اے لوگوں کے پروردگار، اس بیماری سے (مریض کو) چھٹکارا دیدے اور شفا نصیب فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے علاوہ کسی سے شفا ممکن نہیں، ایسی شفا دیدے کہ جس سے کوئی مرض باقی نہ رہے'' (۴۹)

اس بات کا بھی لحاظ رکھا کرتے کہ مریض کو حتی الامکان کسی قسم کی تکلیف و پریشانی سے دور رکھا جائے، فرمایا کرتے کہ ''بہترین عیادت وہ ہے جس میں زیادہ دیر نہ بیٹھا جائے (۵۰)، یعنی مریض کے پاس سے جلد از جلد فارغ ہونے کی کوشش کی جائے، نیز اس کی بھی تاکید کرتے کہ اس کے سامنے بلند آواز سے باتیں بھی نہ کی جائے۔ (۵۱)

مریض کی دل جوئی کا اتنا خیال تھا کہ اس کے سامنے ایسے الفاظ ادا کرنے سے روکتے جس سے اس کی دل شکنی ہوتی ہو یا مایوسی کو شہ ملتی ہو، اور دل بڑھانے والے، اور ہمت دلانے والے الفاظ کے استعمال کا مشورہ دیتے، فرمایا'' جب کسی مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس کی عمر درازی کے متعلق گفتگو کرو، اس سے کچھ ہونے والا تو نہیں ہے البتہ مریض کی دلجوئی ہو جاتی ہے'' (۵۲)

اس کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ''کوئی حرج نہیں (ڈر کی کوئی بات نہیں) انشاء اللہ (یہ بیماری) گناہوں سے کفارے کا سبب بنے گی'' (۵۳)

کبھی فرماتے ''مسلمان جب بھی کسی مصیبت، تھکاوٹ، درد، پریشانی، رنج و غم وغیرہ سے دوچار ہوتا ہے بلکہ اس کے بدن میں کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو گناہوں سے کفارے کا سبب بنا دیتے ہیں'' (۵۴) کبھی ان کی دل جوئی کا اس طرح سے

---

(۴۸) بخاری ۳۰۹۵ (۴۹) بخاری ۵۶۷۵ و مسلم ۱۷۲۲ (۵۰) البیہقی فی شعب الایمان، باب فی عیادۃ المریض ۱۱/۴۳۲۔۴۳۱ (۸۷۸۵) و (۸۷۸۶) (۵۱) بخاری ۱۵۸۶ (۵۲) بخاری ۵۶۶۲ (۵۳) بخاری ۵۶۴۲-۵۶۴۱ و مسلم ۵۲-۲۵۸۳ (۵۴) بخاری ۱۴۴۱ (۵۵) بخاری ۲۹۹۶

Marfat.com

مشورہ دیتے ''جب مریض کی عیادت کیا کرو تو ان سے دعا کی درخواست بھی کیا کرو، ان کی دعا ملائکہ کی دعا کے برابر ہوتی ہے'' (۵۵)

مریض چوں کہ صحت مندوں کی طرح زندگی کی دوڑ میں حصہ نہیں لے سکتا، جس کا اسے افسوس رہتا ہے، اور اکثر اس طرح کا افسوس مزید پریشانی اور مرض میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، اس لیے اس کا بھی خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے ''بندہ جب بیمار ہوتا ہے یا سفر پر نکلتا ہے تو حالت اقامت اور صحت میں جو اعمال کرتا ہے اس کے مطابق ہی ثواب لکھا جاتا ہے'' (۵۶)

یہ بھی فرماتے کہ اگر اللہ نے تم کو شفا دی اور دوبارہ زندگی نصیب فرمائی، پھر اسے لاابالی پن اور بے عملی والی زندگی میں مت گنواؤ، اپنے مستقبل کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش میں لگ جاؤ، ایک مجلس میں بیماریوں سے متعلق گفتگو چھڑ گئی، فرمایا ''جب بندہ بیمار ہوتا ہے، پھر اللہ کی طرف سے اسے شفا مل جاتی ہے تو یہ اس کے پچھلے گناہوں کے کفارے کا سبب بن جاتی ہے اور آئندہ کی زندگی کے لیے عبرت و نصیحت کا سامان فراہم کر دیتی ہے، لیکن منافق جب اپنی بیماری سے شفا پا جاتا ہے، اس کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اس کی مثال اس اونٹنی کی سی ہے جس کو باندھ کر چھوڑ دیا جائے، اس کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کیوں باندھا گیا اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیوں چھوڑ دیا گیا'' (۵۷)

ھ-کسب معاش کی ترغیب اور گداگری سے نفرت:

انسانی فطرت ذلت و رسوائی کو نہ اپنے لیے پسند کرتی ہے اور نہ دوسروں کے لیے، تصور کیجئے آپ کسی شخص کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑے ہیں اور وہ حقارت کی نگاہ سے آپ کو دیکھ رہا ہے، کیا آپ کا دل اس کو گوارہ کر سکتا ہے، آپ کی انسانیت اس کو برداشت کر سکتی ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں: تو کیا انسانِ کامل اور رحمتِ دوعالم ﷺ کا دل اس کو گوارہ کر سکتا ہے؟ اسی لیے آپ ﷺ نے جگہ جگہ گداگری کی شناعت اور محنت و کمائی کی فضیلت بیان کی ہے کہ باضمیر انسانی

---

(۵۶) بخاری ۲۹۹۶ (۵۷) ابوداؤد (۳۰۸۹)

Marfat.com

معاشرے کی تعمیر کے لیے اس کی ضرورت ہر شخص محسوس کر سکتا ہے:۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم میں سے کوئی ایک رسی لے کر جنگل چلا جائے اور لکڑی کی گٹھری اس سے باندھ کر اپنی پیٹھ پر رکھے اور بازار جا کر اس کو بیچ دے اور اس کے ذریعے اپنی عزت محفوظ رکھے یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرے وہ دیں یا نہ دیں'' (۵۸)

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی ترغیب کے لیے بالکل حکیمانہ طرز اختیار کیا، آپ ﷺ نے اس کے لیے پیشرو بزرگوں اور انبیائے سابقین کا حوالہ دیا کہ خدا کے یہ محبوب ترین اور مقرب ترین بندے بھی مزدوری و دیگر معمولی پیشوں کو اختیار کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے، تاکہ لوگوں کے سامنے اتنی محترم شخصیات کی زندگی کا اہم پہلو عملی صورت میں سامنے آئے گا تو خود بہ خود ان کے اندر بھی محنت اور رزق حلال کی جستجو کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا حوالہ دے کر فرمایا ''حضرت داؤد علیہ السلام ہمیشہ اپنی محنت کی کمائی کھاتے تھے'' (۵۹)

''حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے'' (۶۰)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنا پورا مال اللہ کی راہ میں لٹا دینا چاہتے تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں اس سے روکا اور فرمایا کہ ''تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ جاؤ یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ ان کو زمانے کے حوالے کر دو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں'' (۶۱)

دوسری طرف آپ ﷺ نے غریبی مٹانے کی خاطر زیادہ سے زیادہ خرچ کی ترغیب دی، کبھی فضائل بتلا کر، کبھی واقعات کے ذریعے اور کبھی خود اپنے اعمال کے ذریعے، تاکہ انسانیت کا بول بالا ہو، غربت و افلاس کا دنیا سے خاتمہ ہو، اور غریبوں اور فقیروں کے

(۵۸) بخاری ۱۴۷۱ (۵۹) بخاری ۲۰۷۳

(۶۰) مسلم ۲۳۷۹ (۶۱) بخاری ۲۷۴۲ مسلم ۵-۱۶۲۸

Marfat.com

چہروں پر خوشی و راحت کا بسیرا ہو۔

ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے دریافت فرمایا ''تم میں سے کس کے نزدیک اپنے ورثاء کا مال زیادہ پسندیدہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ پسندیدہ و محترم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا'' آدمی کا مال وہ ہے جو خرچ کیا جائے، باقی جو رہ جائے وہ اس کے وارثوں کا ہو جاتا ہے۔ (۶۲)

دوسری جگہ ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ''اے ابن آدم خرچ کیا کرو تم پر بھی خرچ کیا جائے گا'' (۶۳)

ایک صحابی نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا اسلامی عمل پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''دوسروں کو کھلایا کرو اور ہر جاننے اور نہ جاننے والے کو سلام کرنے میں پہل کرو'' (۶۴)

(۶۲) بخاری ۹۴۴۲ (۶۳) بخاری ۵۳۵۲ و مسلم ۳۹۳ (۶۴) بخاری ۱۲ و مسلم ۳۹

Marfat.com

دوسرا باب

آپ ﷺ کی عملی زندگی میں انسانیت نوازی کے نمونے

پہلی فصل : دعاؤں میں آپ کی انسانیت نوازی کے نمونے

دعا اس کیفیت کا نام ہے جس میں بندہ اپنے رب کے سامنے تنہائی میں سرگوشی کرتا ہے، اپنا دل خدا کے سامنے پیش کرتا ہے، اپنی ضروریات زباں پر لاتا ہے، اپنی پریشانیوں کا ذکر کرتا ہے، بیماریوں سے پناہ مانگتا ہے۔ کبھی ہاتھ اٹھا کر، کبھی آنسو بہا کر، کبھی اپنی پیشانی کو زمین پر رگڑ کر اپنی عاجزی بے بسی اور درماندگی کا اظہار کرتا ہے، یہ ایک ایسا موقع ہوتا ہے جس میں انسان ہر طرح کی بناوٹ اور تکلفات سے خالی ہو کر اپنی اصل فطرت اور طبیعت کی طرف پلٹتا ہے، اس موقع پر خدا کے علاوہ نہ کسی سے خوف ہوتا ہے اور نہ مطلب، نہ کسی سے تعلق ہوتا ہے اور نہ غرض، بندہ ہے اور اس کا پروردگار، ٹوٹا ہوا دل، پسیجا ہوا نفس، ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں، بھرے ہوئے جذبات، جب ان ساری کیفیات اور جذبات کے ساتھ اپنے خالق، اپنے مالک، اور اپنے محبوب سے سرگوشی کرتا ہے، جس سے امیدیں وابستہ ہوں، جس کے قبضۂ قدرت میں اس کی زندگی ہو، کیا ایسی صورت میں کسی تصنع، بناوٹ اور دکھاوے کی امید کی جاسکتی ہے؟؟ یہی تو وہ موقع ہے جس میں انسانی فطرت اپنے اصل روپ میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس کی انسانیت اپنے حقیقی لباس میں نمودار ہوتی ہے، کسی انسان کی اندرونی کیفیات، اس کی فطرت، طبیعت اور اس کے مزاج کے جاننے کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہیں ہوسکتا کہ اس کے اپنے پروردگار سے راز و نیاز والی کیفیات سے واقف ہوجائے، یہ دیکھا جائے کہ وہ اپنے پروردگار سے تنہائی میں کیا کیا مانگتا ہے، کن کن چیزوں سے پناہ چاہتا ہے، اپنی کون کون سی الجھنوں اور پریشانیوں کا ذکر کرتا ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو رحمت دوعالم ﷺ کی زندگی ایسے صاف وشفاف آئینے کی طرح ابھر کر سامنے آجائے گی، جس

Marfat.com

میں ہچکیوں، آہوں، مخلوق پر شفقت، خالق سے محبت، مصیبتوں اور پریشانیوں سے پناہ اور آفتوں اور بیماریوں سے عافیت کا ایک کشکول نظر آئے گا، ہر دم کڑھتے رہنا، ہر کل سسکتے رہنا، ہر وقت تڑپتے رہنا گویا اس کے علاوہ کوئی کام آپ کے ذمے ہے ہی نہیں! خود بھی اس میں ہر وقت مشغول، اور اپنے پیروکاروں کو بھی طرح طرح سے اس کی ترغیب!!

اگر آپ ﷺ کے ملفوظات کا دفتر کھنگالا جائے تو پتہ چلے گا کہ انسانی زندگی کے پل پل کو آپ ﷺ نے دعاؤوں کی زنجیر میں جکڑ دیا ہے، تا کہ کوئی کام اللہ کی تائید اور اس کی مشیت کے خلاف نہ ہو، اور بندہ ہر طرح کی آفات اور مصیبتوں سے محفوظ ہو۔

انسانی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس کے مناسب آپ ﷺ نے دعا نہ مانگی ہو، اور دعا بھی کس طرح کی؟ ہر دعا میں برائیوں، تکلیف دہ چیزوں، موذی جانوروں جان لیوا بیماریوں، فتین کے فتنوں، حاسدین کے حسد اور ان ساری چیزوں سے پناہ جن سے انسان کو کسی طرح کی بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے، اور ہر اس چیز اور بھلائی کی طلب جس سے انسانیت کو راحت، سہولت اور عافیت مل سکتی ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو یہی تو رحمۃ للعلمین ﷺ کی بعثت کے مقاصد ہیں! اس کے لیے آپ ﷺ نے ہر طرح کی ترغیب وفضائل کا سہارا لیا، کبھی اس کا ثواب بتلا کر اور کبھی اللہ کی رحمتوں اور بخششوں کا حوالہ دے کر، کبھی نہ مانگنے پر وعیدیں اور دھمکیاں سنا کر تو کبھی بندہ کے رجوع کرنے اور پروردگار کے سامنے گڑگڑانے پر اس کی خوشی اور پسندیدگی کی چیزیں بتا کر، غرض کوئی ایسا موقع نہیں چھوڑا جس کے ذریعہ بندے کو اپنے پروردگار سے ملانے اور اس کی رحمتوں اور بخششوں سے لطف اندوز ہونے کی ترغیب اور دنیا کی پریشانیوں سے چھٹکارے کی تدبیر ممکن ہو، ذیل میں ہم کوشش کریں گے کہ اس حیثیت سے بھی رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے انسانی نمونوں کو مختصر پیش کریں۔

(الف) ۱- اللہ کی رحمت :

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''اللہ کی رحمت سو حصوں پر مشتمل ہے، ایک حصہ اس نے جن وانس اور چرند وپرند

Marfat.com

کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، جس کے ذریعے وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور آپس میں رحم و کرم کا برتاو کرتے ہیں، اور اسی رحمت کی بدولت درندے بھی اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں، بقیہ ننانوے (۹۹) حصوں کو پروردگار نے آگے کے لیے رکھ دیا ہے، تاکہ قیامت کے دن اپنی رحمت عامہ کا اعلان کیا جائے"(۱)

ایک مرتبہ بڑا اسبق آموز واقعہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا، جس کی سطر سطر سے اللہ کی رحمت عامہ اور بندے سے اس کی بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے، فرمایا:

"ایک آدمی تھا جس نے زندگی بھر کبھی اچھا کام نہیں کیا تھا، جب اس کی وفات کا وقت قریب آگیا، اس نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کی "جب میرا انتقال ہو جائے، مجھے جلا دینا اور میری راکھ کا ایک حصہ سمندر میں پھینک دینا اور دوسرا حصہ خشکی میں بکھیر دینا، کیوں کہ اگر اللہ نے مجھ پر قابو پالیا تو مجھے ایسی سزا بھگتنی پڑے گی جس سے کبھی کسی کا واسطہ نہ پڑا ہوگا، جب اس کا انتقال ہو گیا اور اولاد نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا، تو اللہ نے سمندر کو حکم دیا، اس نے اپنے ذرات جمع کر دیے اور زمین کو حکم دیا اس نے بھی اپنے حصے خدا کے حضور میں پیش کیے، پھر اللہ نے (اس شخص کو زندہ کیا اور) دریافت کیا تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ تیرے ڈر کی وجہ سے (میں نے یہ سب کچھ کیا) اور تو ہی علیم و خبیر ہے، اس کے اس جواب پر اللہ نے اس کی بخشش فرمادی" (۲)

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں چند باندیاں لائی جاتی ہیں، ان میں سے ایک عورت کا آنچل دودھ سے بھرا ہوا ہے، بے چینی میں ادھر ادھر دوڑ رہی ہے، جہاں کہیں کوئی بچہ نظر آتا ہے فوراً اس کو اٹھالیتی ہے اور چھاتی سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے (جب اس عورت کی یہ کیفیت دیکھی تو) صحابہؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ (حضرت عمر کہتے ہیں) ہم نے کہا ہرگز نہیں! اپنے بس میں ہوتے ہوئے اس سے اس طرح کی حرکت کبھی صادر نہیں ہو سکتی! اللہ کے رسول ﷺ نے

(۱) بخاری ۶۰۰۰ و مسلم ۲-۲۷۵۳ (۲) بخاری ۶۴۸۱ و مسلم ۲۷۵۶

Marfat.com

فرمایا ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں، جتنا کہ یہ عورت اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے'' (۳)

۲- توبہ کی اہمیت اور اس کی ترغیب:

دنیا میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے یا کوئی برا کام کر بیٹھتا ہے، تو لوگ اس سے دور رہنے لگتے ہیں اور طرح طرح سے عار دلا کر اس کو اتنا مایوس اور ناامید بنا دیتے ہیں کہ وہ بے چارہ پھر اپنے بارے میں کوئی اچھی امید یا تمنا کر ہی نہیں سکتا، اللہ کے رسول ﷺ کا معاملہ اس کے خلاف تھا، آپ ﷺ سب کے لیے رحمت بن کر آئے تھے، چاہے وہ شخص اچھے کام میں مشغول رہتا ہو یا برائیوں اور گناہوں کے دلدل میں پھنسا رہتا ہو، آپ کی رحمت تو ہر ایک کے لیے وسیع تھی، اور وہ رحمت ہی کیا جس کی اوس اور چھینٹوں سے فاسق و فاجر محروم ہوں، آپ ﷺ نے توبہ کے فضائل و ضرورت کو بیان کرنے کے لیے ایسے انداز اور طریقے اختیار کیے کہ گنہگار سے گنہگار آدمی بھی پروردگارِ عالم کے حضور میں اپنے آپ کو پیش کر سکے اور اپنی خطاؤں پر رونے دھونے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کر سکے، ایک جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''آدم کی ساری اولاد گناہگار و خطاکار ہے اور سب سے بہتر خطاکار وہ ہے جو توبہ کرتا ہو'' (۴)

۳- توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے:

دیکھیے بندے کی توبہ پر پروردگار کی خوشی کو کس طرح محسوس انداز میں بیان کرتے ہیں:۔ ''اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے، جتنا کہ اس شخص کو خوشی ہوتی ہے جسکا ساز و سامان سے لدا ہوا اونٹ کسی دور دراز اور بنجر علاقے میں گم ہو جائے، جس جگہ آب و دانہ کا نام نہ ہو، تلاش بسیار کے باوجود کہیں بھی اس کا پتہ نہ چل سکے، آخر کار مایوسی کی حالت میں ایک درخت کے نیچے موت کے انتظار میں پڑ جائے، اچانک جب آنکھ کھلتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا اپنا اونٹ پورے ساز و سامان کے ساتھ لدا ہوا سامنے کھڑا ہے، فوراً اس کی نکیل پکڑ لیتا ہے اور دیوانگی کے عالم میں پکار اٹھتا ہے ''اے پروردگار تو میرا بندہ

(۳) بخاری ۵۹۹۹ و مسلم ۲۷۵۴ (۴) ترمذی ۲۴۹۹ ابن ماجہ ۴۲۵۱ الدارمی ۲۷۲۷

Marfat.com

ہے اور میں تیرا رب، یعنی فرط خوشی سے زبان سے غلط الفاظ نکل پڑتے ہیں" (جس کو وہ محسوس نہیں کر سکتا)۔(۵)

ایک جگہ اتنے موثر واقعے کے ذریعے توبہ کی اہمیت بیان کی کہ گنہگار سے گنہگار آدمی کا بھی دل پگھل جائے، فرمایا: "پہلے زمانے کی بات ہے، ایک آدمی تھا، اس نے ننانوے ۹۹ قتل کیے تھے، ایک مرتبہ اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے، لوگوں نے ایک راہب کا پتا بتلا دیا، یہ اس کے پاس چلا گیا اور کہنے لگا، کیا ننانوے قتل والے کے لیے بھی توبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ راہب نے جواب دیا: نہیں، اس راہب کو بھی قتل کر کے اس نے سو ۱۰۰ کا عدد مکمل کر لیا، دوبارہ پھر لوگوں سے دریافت کرنے لگا، دنیا کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک اور عالم کا راستہ بتلایا۔

یہ اس کے پاس بھی حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ سو ۱۰۰ کے قتل بعد بھی توبہ کا دروازہ کھلا رہ سکتا ہے، کہا کیوں نہیں! کون تمہارے اور توبے کے درمیان حائل ہو سکتا ہے؟ فلاں سرزمین پر چلے جانا، وہاں کے لوگ اللہ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، تم بھی ان میں شامل ہو جانا اور اللہ کی عبادت میں لگ جانا، اور اپنے علاقہ میں دوبارہ آنے کی کبھی زحمت نہ کرنا، کہ وہ ایک بری جگہ ہے، یہ شخص اس علاقہ کا قصد کرتے ہوئے چلنے لگا، ابھی آدھا راستہ بھی طے نہ ہونے پایا تھا کہ موت کا وقت آ گیا، رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں کے درمیان کش مکش شروع ہو گئی، رحمت کے فرشتے کہنے لگے: یہ شخص دل سے اللہ کی طرف رجوع کر کے نکلا تھا، اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے، ارے اس نے تو کبھی اچھا عمل کیا ہی نہیں (ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی) کہ اچانک ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ان کے پاس پہنچ گیا، دونوں فرشتوں نے اسی کو حکم بنانا طے کیا، اس نے فیصلہ سنایا کہ دونوں طرف سے راستہ ناپا جائے جس علاقے سے زیادہ قریب ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا، جب فاصلہ ناپا گیا، تو یہ نتیجہ نکلا کہ اس راستے سے زیادہ قریب ہے جس کے ارادے سے نکلا تھا (اچھے لوگوں کی بستی) پھر کیا تھا، رحمت کے فرشتوں نے فوراً اس کی روح قبض کر لی!" (۶)

(۵) مسلم ۲۷۴۷ (۶) بخاری ۳۴۷۰ و مسلم ۲۷۶۶

Marfat.com

(ب) ۱- انسانیت پر شفقت کی انوکھی مثال:

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دعا کی:۔

''اے اللہ میں آپ سے ایک عہد کرتا ہوں، اور امید کرتا ہوں کہ اس کے خلاف نہیں ہوگا، (اے اللہ) میں تو ایک انسان ہوں، جس کسی کو بھی مجھ سے تکلیف پہنچے، یا میری زبان سے کسی کے حق میں سخت لفظ نکل جائے، یا کسی پر ملامت کر بیٹھوں، خدارا اس کو اس بندے کے حق میں نماز اور زکاۃ سے بدل دے اور قیامت کے دن اس کے لیے تجھ سے قربت کا ذریعہ بنادے'' (۷)

۲- دعاؤں کے ذریعے اپنے بھائیوں کا تعاون:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ایک بھائی کے حق میں دوسرے بھائی کی دعا فوراً قبول کی جاتی ہے'' (۸) دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''ایک مسلمان جب اپنے بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو وہ قبول کی جاتی ہے، اس کے سر کے قریب ہی ایک فرشتہ خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے، جب جب بھی وہ اپنے بھائی کے لیے خیر طلب کرتا ہے وہ فرشتہ فوراً آمین کہتا ہے، ''اور تمہارے لیے'' کہہ کر مزید اس کے حق میں دعا کرتا ہے'' (۹)

۳- موت کے بعد بھی اپنے بھائیوں کی فکر کرنا:

''قبر میں مردے کی مثال اس ڈوبتے شخص کی سی ہے جو دوسروں کو مدد کے لیے پکار رہا ہو، وہ (ہر وقت) اپنے والدین، بھائی بہنوں اور دوستوں وغیرہ کی دعاؤں کے انتظار میں رہتا ہے، جب کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے، تو اس سے بڑھ کر کوئی چیز اس کے نزدیک پسندیدہ نہیں رہتی ہے، اللہ تعالیٰ زندوں کی دعائیں مردوں کے حق میں پہاڑوں کی طرح بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، مردوں کی خدمت میں زندوں کا ہدیہ ان کے لیے استغفار کرنا ہے'' (۱۰)

---

(۷) بخاری ۶۳۶۱ و مسلم ۹-۲۶۰۱ (۸) ترمذی ۱۹۸۰ و ابوداؤد ۱۵۳۵ (۹) مسلم ۸۸-۲۷۳۳
(۱۰) البیہقی فی الشعب ۶/۲۰۳ (۷۹۰۵)

Marfat.com

۴-دعا میں کیا چیز مانگی جائے:

"اپنے اوپر بددعا نہ کرو اور نہ اپنی اولاد اور مال و دولت پر بددعا کرو، پتا نہیں اللہ کی طرف سے کونسی گھڑی ایسی آجائے، جس میں کوئی دعا مانگی جائے اور وہ فوراً قبول ہو جائے" (۱۱)

"جب بھی کوئی شخص دعا کرتا ہے:

۱۔ یا تو اس کی مانگ فوراً پوری کی جاتی ہے۔

۲۔ یا آنے والی کوئی مصیبت ٹالی جاتی ہے، البتہ اگر دعا کا تعلق گناہ یا قطع رحمی سے ہو تو وہ دعا پھر قبول نہیں کی جاتی" (۱۲)

(۵) ہر طرح کی برائیوں اور پریشانیوں سے پناہ:

اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، کاہلی سے، بڑھاپے سے، قرض سے، گناہوں سے، اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں آگ اور اس کے فتنے سے، اور قبر اور اس کے فتنے سے، مالداری کے برے انجام سے، فقر و فاقے کے برے نتائج سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے، اے اللہ میری خطاؤں کو ٹھنڈے اور پاکیزہ پانی سے دھو لیجئے، اور میرے دل کو اس طرح سے پاک و صاف بنا دیجیے جس طرح کہ سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک وصاف کیا جاتا ہے، اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیجیو، جتنا کہ آپ نے مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کر رکھا ہے" (۱۳)

دوسری جگہ اس طرح کے الفاظ مروی ہیں:۔

اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو، اور ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جو نہ جھکے (تیرے سامنے) اور ایسے نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو مقبول نہ ہو" (۱۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اس طرح کی دعائیں کیا

---

(۱۱) مسلم ۴/۷-۳۰۰۹ (۱۲) ترمذی ۳۳۸۱

(۱۳) بخاری ۶۳۷۵ و مسلم ۴۹-۲۷۰۵ (۱۴) مسلم ۷۳-۲۷۲۲

Marfat.com

کرتے تھے:۔ ”اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں نعمتوں کے ختم ہونے سے اور چین وسکون کے بدلنے سے اور اچانک انتقام سے اور ہر طرح کی تیری ناراضگیوں سے“ (۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے تھے:

”اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اختلاف سے، نفاق سے اور برے اخلاق سے“ (۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے:۔

”اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں برص سے، جذام سے، پاگل پنے سے اور ساری بیماریوں سے“ (۱۷)

حضرت قطبہ بن مالک فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کی دعاؤں میں یہ الفاظ بھی شامل رہتے تھے ”اے اللہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں ہر طرح کے برے اخلاق، برے اعمال اور بری خواہشات سے“ (۱۸)

حضرت شکل بن حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی دعا بتایئے، آپ ﷺ نے فرمایا:۔ ”کہو، اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں میرے کان کی برائیوں سے، میری نگاہوں کی برائیوں سے، میری زبان کی برائیوں سے، میرے دل کی برائیوں سے اور میرے نطفے کی برائیوں سے“ (۱۹)

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ یہ بھی دعا فرماتے تھے:

”اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دب کے مرنے سے، گر کے مرنے سے، غرق ہونے سے اور جل کر مرنے سے“ (۲۰)

اور کبھی یہ بھی دعا کرتے تھے:

”اے اللہ میں آپ سے صحت، عافیت، امانت، اچھے اخلاق اور تقدیر پر راضی رہنے کی دعا کرتا ہوں“ (۲۱)

(۱۵) مسلم ۹۶-۲۷۳۹ (۱۶) ابوداؤد ۱۵۴۴ نسائی ۵۴۹۳ (۱۷) ابوداؤد ۱۵۵۴ و نسائی ۵۴۹۳ (۱۸) ترمذی ۳۵۹۱ (۱۹) ابوداؤد ۱۵۵۱ ترمذی ۳۴۹۲ (۲۰) ابوداؤد ۱۵۵۲ (۲۱) مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات ۲۵۰۰ نقلا عن البیہقی فی الدعوات الکبیر

Marfat.com

۶-دنیاوآخرت کی بھلائی کی دعا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اکثر یہ دعا فرماتے تھے:۔

''اے اللہ مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا کردے اور آخرت کی بھلائی سے بھی سرفراز کردے'' (۲۲)

۷- صبح وشام کی دعائیں:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جب تم صبح کروتو یہ دعا پڑھا کرو:۔

''اے اللہ میں تجھ سے آج کے دن کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس میں کامیابی وکامرانی، اور برکت وہدایت کی دعا کرتا ہوں، اور اس میں جتنی برائیاں ہیں اور جتنی برائیاں آئندہ آنے والی ہیں، ان ساری برائیوں سے پناہ مانگتا ہوں''۔

پھر فرمایا''جب شام ہوجائے اس وقت بھی اس طرح کی دعائیں کیا کرو (۲۳)، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا''جب تم بستر پر لیٹنے کا ارادہ کروتو پہلے اس کو اندر سے جھاڑ لیا کرو پتا نہیں کہ اس میں کیا چیز ہو، پھر یہ دعا پڑھو''اے پروردگار تیرے ہی نام پر اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تیرے ہی نام پر اس کو اٹھاتا ہوں، اگر مجھ پر موت کا فیصلہ ہوتو خدایا مجھ پر رحم فرمادے، اور اگر زندہ رکھنے کا فیصلہ ہوتو ان ساری چیزوں (برائیوں) سے محفوظ رکھ جن سے تو اپنے نیک بندوں کو محفوظ رکھتا ہے'' (۲۴)

ج-مختلف اوقات اور مواقع کے متعلق دعائیں:

جیسا کہ پچھلی سطور میں گذر چکا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ہر موقع اور مناسبت سے کچھ نہ کچھ دعائیں بتلائی ہیں:۔اس کا بھی ہلکا سا نمونہ ملاحظہ ہو:۔

۱-جب چاند دیکھے:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب

---

(۲۲) بخاری ۶۳۸۹ مسلم ۲۶-۲۶۹۰ (۲۳) ابوداؤد ۵۰۸۷ (۲۴) بخاری ۷۳۹۳ مسلم ۶۴-۲۷۱۴

Marfat.com

چاند دیکھتے تو یہ دعا کیا کرتے تھے ''اے اللہ اس کو ہم پر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ گذار دے، میرا اور تمہارا رب اللہ ہے'' (۲۵)

ایک دوسری روایت میں اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی مروی ہیں:۔

''ہدایت اور بہتری کا چاند ہے، ہدایت اور بہتری کا چاند ہے'' (۲۶)

یعنی چاند دیکھ کر خیر اور بھلائی کا شگون لیتے تھے

۲- جب کسی نئی چیز سے سابقہ پڑے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ:۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب تم کسی عورت سے شادی کرو یا کوئی خادم خریدو تو یہ دعا ضرور کیا کرو: ''اے اللہ میں اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس کی طبیعت کی بھلائی چاہتا ہوں جو تو نے بنائی اور اس کے شر اور اس کی فطرت کے شر سے پناہ مانگتا ہوں'' نیز فرمایا ''اگر کوئی اونٹ خریدے (کوئی سواری وغیرہ) تو اس کے کوہان پر ہاتھ رکھ کر یہی دعا پڑھے'' (۲۷)

۳- گھر سے نکلنے کی دعا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے ہوئے نکلتے ''اللہ کے نام سے نکلتا ہوں اور اسی پر اعتماد کرتا ہوں، اے اللہ ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں اس بات سے کہ ہمارے قدم لغزش کر جائیں یا ہم راہ راست سے بھٹک جائیں یا ہم کسی پر ظلم کریں یا ہم پر کوئی ظلم کرے، یا ہم غفلت کا شکار ہوں یا ہمیں غفلت کا شکار بنایا جائے'' (۲۸)

۴- جب سفر پر روانہ ہو:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر کے ارادے سے جب اونٹ پر سوار ہو جاتے تو پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور یہ دعا پڑھتے ''پاک ہے وہ ذات

(۲۵) ترمذی ۳۴۵۱ (۲۶) ابوداؤد ۵۰۹۲ (۲۷) ابوداؤد ۱۹۱۸ (۲۸) ابوداؤد ۵۰۹۴ ترمذی ۳۴۲۷

Marfat.com

جس نے ہمارے لیے اس کو (سواری کو) ہمارے قابو میں کر دیا ورنہ ہمارے بس کا تو نہیں تھا، اور ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے بھلائی، پرہیزگاری اور تیرے نزدیک پسندیدہ عمل کے خواہاں ہیں، اے اللہ ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی مسافتوں کو سمیٹ دے، یا اللہ تو ہی سفر میں ہمارا ساتھی ہے، اور اہل خانہ و مال و دولت میں تو ہی ہمارا والی ہے، اے اللہ سفر کی پریشانیوں، برے مناظر اور گھر والوں اور مال میں بری آفتوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں (۲۹)۔

۵- جب بازار جائے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بازار جاتے تو یہ دعا پڑھتے "اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں، اے اللہ میں اس بازار کی بھلائی چاہتا ہوں اور اس میں جو چیزیں ہیں اس کی بھی بھلائی چاہتا ہوں، اور اس کے شر سے اور اس کی چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں" "اے اللہ میں اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ میری تجارت میں گھاٹا ہو جائے" (۳۰)۔

۶- جب رات ہو جائے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سفر میں رات ہو جاتی، تو اللہ کے رسول ﷺ یہ دعا فرماتے "اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہے، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر سے اور تجھ میں جو چیزیں ہیں اس کے شر سے، اور تجھ پر جو چیزیں رینگتی ہیں ان کے شر سے، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، شیر سے، اژدھے سے، سانپ سے، بچھو سے، اور شہر کی ساری برائیوں سے اور ہر جاندار کی برائیوں سے (۳۱)

۷- قرض کی ادائیگی کے لیے دعا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اللہ کے

---

(۲۹) مسلم ۴۲-۱۳۴۲ (۳۰) مشکاۃ المصابیح کتاب الدعوات ۲۴۵۶ نقلا عن البیہقی فی الدعوات الکبیر
(۳۱) ابوداؤد ۲۶۰۳

Marfat.com

رسول ﷺ سے شکایت کی، اے اللہ کے رسول مجھے پریشانیوں اور قرضوں نے مجبور کر دیا ہے ،اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:۔صبح وشام یہ دعا کیا کرو''اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں رنج وغم سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بے بسی اور سستی سے اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کنجوسی اور بزدلی سے اور تری پناہ چاہتا ہوں قرضوں کے بوجھ اور لوگوں کے زور سے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس پر عمل کیا تو میری پریشانی بھی دور ہوگئی اور میرا قرضہ بھی ادا ہو گیا'' (۳۲)۔

یہ تھے پروردگار سے سرگوشی کی حالت میں آپ ﷺ کی انسانیت نوازی کے چند نمونے جن کی تفصیل کا یہ کتابچہ متحمل نہیں ہو سکتا۔

(۳۲) ابوداؤد ۱۵۵۵

Marfat.com

دوسری فصل: اپنی بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کے انسانی نمونے

(الف) آپ ﷺ کے اقوال کی روشنی میں:

عام مشاہدہ یہ ہے کہ آدمی پر جب کوئی فکر سوار ہو جاتی ہے، اور عملی میدان میں اتر جاتا ہے تو اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے، نہ کھانے کا ہوش، نہ آرام کی فکر، نہ صحت کا خیال اور نہ اہل و عیال اور کسب معاش کی طرف توجہ، دنیا چاہے کہیں چلی جائے اس کو تو اپنے کام اور اپنی فکر سے مطلب، اور خاص طور پر فکر آخرت کا معاملہ اور دعوتی سرگرمیاں تو دل کی دنیا ہی بدل دیتی ہیں، انسانی خواہشات اور آرزوؤں کی وہاں کوئی جگہ نہیں ہوتی، اگر چہ بادی النظر میں یہ چیز مستحسن نظر آتی ہے، لیکن انسانی معاشرہ اس کے منفی اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کامل انسان تو وہ ہے جو انسانیت کی افزائش کے لیے کوشاں ہو اور معاشرے کے لیے ہر طرح سے مفید اور کارگر ہو، ورنہ کیا فائدہ ایسے مصلحین و مفکرین کا جن سے باہر والے تو راضی ہوں، ان کے لیے تو وہ ہر دم قربانی کے لیے تیار ہوں، لیکن اپنے گھر والوں، بیوی بچوں اور والدین کی زندگی اجیرن بنائے ہوئے ہو، جب ہم اس حیثیت سے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں آپ ﷺ کی گھریلو اور خلوت کی زندگی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ انسانیت کی انتہائی بلند چوٹی پر نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ شوہر بھی تھے، آپ ﷺ کی کئی کئی بیویاں تھی، بچے تھے، آپ ﷺ نے اپنی گھریلو زندگی کے ذریعے دنیائے انسانیت کو ایک عملی پیغام دیا کہ ایک امام اور قائد، بلکہ معاشرہ اور سماج کے ایک فرد کی زندگی اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح کی ہونی چاہیے، شاید یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلي" (۱) تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو اور میں تم میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔ اسی لیے رسول ﷺ کو جب کسی ساتھی کے بارے پتا چل جاتا کہ وہ عبادت و ریاضت میں اس درجہ منہمک ہے کہ اپنے گھر والوں، بیوی بچوں کے

---

(۱) ترمذی (۳۸۹۵) والدارمی (۲۲۶۰)

Marfat.com

حقوق ادا نہیں کر پا رہا ہے، یا غیر فطری اعمال کا مرتکب ہو کر انسانیت کو نقصان پہنچا رہا ہے، تو آپ ﷺ سختی سے اس کی باز پرس کرتے، اور تاکید سے منع کرتے تھے، ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کو بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما دن رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں، دیگر امور میں کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتے، آپ ﷺ نے ان کو بلوایا اور تحقیق کی، جب انھوں نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "اس طرح مت کیا کرو، بلکہ کبھی روزہ رکھو اور کبھی چھوڑ دو، رات میں نمازیں بھی پڑھا کرو اور آرام بھی کیا کرو، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔(۲)

چند صحابہ اللہ کے رسول ﷺ کے دولت کدہ میں تشریف لاتے ہیں اور آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ سے آپ ﷺ کے معمولات دریافت کرتے ہیں، وہ بیان کرتی ہیں، انہیں لگتا ہے کہ یہ تو بہت زیادہ ہے نہیں اور آپ ﷺ تو بخشے بخشائے ہوئے ہیں ہمارا ان سے کیسا مقابلہ، پھر آپس میں کچھ اس طرح سے معاملہ طے ہوتا ہے۔

پہلا شخص:۔ میں رات بھر نفلیں پڑھتا رہوں گا پلک جھپکنے کے برابر بھی آرام نہیں کروں گا۔

دوسرا:۔ میں دن بھر مسلسل روزے رکھا کروں گا اور کبھی ترک نہیں کروں گا۔

تیسرا:۔ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔

یہ بات اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچ جاتی ہے، آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرخ ہو جاتا ہے، ان کو بلوا کر دریافت کرتے ہیں، تمہارے متعلق جو باتیں مجھ تک پہنچی ہیں کیا یہ صحیح ہیں؟ جواب اثبات میں ملتا ہے، آپ ﷺ کی زبانِ نبوت گویا ہوتی ہے "اللہ کی معرفت، اس کے تقوی اور اس کی خشیت میں میں تم سب پر فائق ہوں، پھر بھی میرا یہ حال ہے کہ میں رات کے کچھ حصہ میں آرام کرتا ہوں اور کچھ حصہ عبادت میں گذارتا ہوں، دن میں کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (۳)۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے نہیں دی۔(۴)

(۲) بخاری ۵۱۹۹ و مسلم ۱۱۵۹ (۳) بخاری ۵۰۶۳ و مسلم ۵/۱۴۰۱

Marfat.com

یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ فطرت انسانی کے خلاف کسی بھی چیز کو برداشت نہیں کرتے تھے، اور ایک انسان کامل ہونے کے ناطے اپنی بیویوں کے حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے۔

(ب) ازواج مطہرات کے ساتھ سلوک کے عملی نمونے:

آپ ﷺ ازواج مطہرات کے نان نفقہ اور قیام و دیگر معاملات میں عدل وانصاف کا ہمیشہ خیال کرتے تھے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمیشہ اپنی بیویوں میں برابری کا معاملہ کرتے تھے اور اللہ سے یہ دعا بھی کیا کرتے تھے کہ ''اے اللہ میں اپنے مقدور بھر برابری کی پوری کوشش کر رہا ہوں پس جو چیز میرے بس میں نہ ہو اس پر میرا مواخذہ نہ فرمائیو'' (۵)

اللہ کے رسول ﷺ کا معمول تھا کہ عصر بعد باری باری تمام بیویوں کے گھر تشریف لے جاتے، اور ان سے خیر خیریت دریافت کرتے، ہنسی خوشی کی باتیں کرتے اور آخر میں اس بیوی کے گھر تشریف لے جاتے جن کی باری ہوتی (۶) اور جب سفر کا موقع ہوتا تو قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ نکلتا اس کو اپنا شریکِ سفر بنا لیتے (۷) گھر میں ہوتے تو ان کا ہاتھ بٹاتے (۸) کپڑے میں پیوند لگاتے (۹) جوتے گانٹھتے (۱۰) دودھ دوہتے (۱۱) اور اس طرح کے دیگر کام کرتے۔

اور اپنی بیویوں سے ہنسی مذاق اور ان کی انسانی خواہشات کا بھی لحاظ کرتے تھے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نرم خو اور شریف النفس تھے اور عام انسانوں ہی کی طرح ایک آدمی تھے، ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے۔ (۱۲)

حضرت عائشہ چوں کہ نوعمر تھیں، اس لیے اس کا خیال رکھتے، باری باری انصار کی بچیوں کو ان کے پاس بھیجتے تھے تاکہ وہ ان کے ساتھ کھیلتی رہیں، جب وہ کسی جائز چیز کی خواہش کرتیں تو اس میں اس کا ساتھ دیتے، پیالے میں اسی جگہ منھ لگا کر نوش فرماتے جس

---

(۴) بخاری ۵۰۲۴ (۵) ترمذی ۱۱۴۰، ابوداود ۲۱۳۴ (۶) مسند احمد ۱۰۸/۶ (۷) بخاری ۲۶۸۸ و مسلم ۲۷۷۰
(۸) احمد ۱۲۱/۶ (۹) احمد ۴۲/۶-۲۴۱ (۱۰) ایضاً (۱۱) شمائل ترمذی ص:۱۸۱ (۳۲۷) (۱۲) البدایۃ والنھایۃ ۵۸/۶

Marfat.com

جگہ سے حضرت عائشہ نوش فرماتیں، جس جگہ سے وہ ہڈی چوستیں آپ ﷺ بھی اسی جگہ سے چوستے، اور ان کی گود میں سر رکھ کر قرآن کی تلاوت کرتے (۱۳) ایک ہی برتن میں دونوں غسل فرماتے (۱۴) کبھی کبھی رات میں قصے بھی سنایا کرتے تھے۔ (۱۵)

ایک مرتبہ سفر میں اللہ کے رسول ﷺ نے تفریحاً حضرت عائشہؓ کے ساتھ دوڑ لگائی، حضرت عائشہؓ چونکہ نہایت چست اور پھرتیلی تھیں آگے نکل گئیں، دوسری مرتبہ ایک سفر میں پھر دوڑ لگائی، اب حضرت عائشہؓ کا بدن کچھ فربہ ہو چکا تھا، وہ پیچھے رہ گئیں اور اللہ کے رسول ﷺ آگے نکل گئے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس کا بدلہ ہے (۱۶) یعنی معاملہ برابر سرابر ہو گیا۔

حبشہ والے کرتب دکھانے میں بڑے ماہر تھے، عید کے موقعوں پر مدینہ بھی آیا کرتے تھے اور اپنا کرتب دکھایا کرتے تھے، ایک مرتبہ مسجد نبوی کے سامنے وہ اپنا کرتب دکھانے لگے، اللہ کے رسول ﷺ گھر کے دروازے پر اس طرح کھڑے ہو گئے کہ باہر والوں کے لیے پردہ ہو جائے اور حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں، جب تک دل چاہا دیکھتی رہیں آخر کار خود تھک کر اندر چلی گئیں تو اللہ کے رسول ﷺ بھی دروازے سے ہٹ گئے (۱۷)۔

ایک مرتبہ عید کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ اللہ کے رسول ﷺ کے گھر تشریف لے آتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ منہ ایک طرف کیے کسی گوشے میں آرام فرما رہے ہیں اور حضرت عائشہ کی کچھ سہیلیاں عید کی خوشی میں گانا گا رہی ہیں، حضرت ابو بکرؓ سے یہ دیکھا نہیں جاتا، مارے غصے کے حضرت عائشہ کو مارنے دوڑتے ہیں، آواز سن کر اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھ کھل جاتی ہے، حضرت ابو بکر کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمانے لگتے ہیں، آج عید کا دن ہے انہیں خوشیاں تو منانے دو (۱۸) بیویوں کے مزاج شناس اتنے تھے کہ حضرت عائشہ خود فرماتی ہیں ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا، عائشہ مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ کب تم مجھ سے راضی رہتی ہو اور کب ناراض رہتی ہو، میں نے پوچھا وہ کیسے؟ (اس کا آپ ﷺ نے کیسے پتا چلالیا) فرمایا

(۱۳) زاد المعاد ۱/۱۵۲-۱۵۱ (۱۴) بخاری ۲۵۰ (۱۵) بخاری ۵۱۸۹ (۱۶) ابوداؤد ۲۵۷۸
(۱۷) بخاری (۵۲۳۶) و مسلم (۱۸-۸۹۲) (۱۸) بخاری ۹۵۲

Marfat.com

''جب تم مجھ سے راضی رہتی ہو تو (اپنی بات منانے کے لیے) اس طرح کے الفاظ استعمال کرتی ہو ''نہیں محمد کے رب کی قسم'' اور جب تم مجھ سے ناراض رہتی ہو تو کہتی ہو'' نہیں ابراہیم کے رب کی قسم'' میں نے کہا، آپ ٹھیک کہتے ہیں، اے اللہ کے رسول، پروردگار کی قسم کھا کر کہتی ہوں میں تو صرف آپکا نام ترک کر دیتی ہوں (۱۹) یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے لیے ایک شوہر تھے حاکم یا شیخ نہیں تھے جن کے سامنے زبان کھولنے یا بے تکلفی کی اجازت نہ ہو، آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کی بیویوں کے تعلقات میں پیغمبرانہ شان واحترام رکاوٹ نہیں بنتے تھے، آپ ﷺ انسانی جذبات کا پورا پورا لحاظ کرتے تھے، اس لیے آپ ﷺ کی بیویاں نہایت بے تکلفی سے اپنے مطالبات کا اظہار کرتی تھیں، بلکہ کبھی تو تو، میں میں کی بھی نوبت آجاتی تھی، جیسا کہ عام انسانوں کا خاصہ ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے مکان حضرت ابوبکرؓ کی تشریف آوری ہوتی ہے، دیکھتے ہیں دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی ہے اور بات بڑھتی چلی جارہی ہے، حضرت ابوبکرؓ پر نظر پڑتے ہی دونوں بطور حکم کے ان کو اپنے درمیان بٹھا دیتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ حضرت عائشہ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگتے ہیں، تم پہلے بیان دو گی یا میں اپنا بیان شروع کروں۔

عائشہ : آپ ہی ابتدا کریں لیکن سچ سچ کہیے گا!

حضرت ابوبکرؓ کے کان سے یہ الفاظ ٹکراتے ہیں تو مارے غصہ کے ایک طمانچہ حضرت عائشہؓ کے رسید کر دیتے ہیں، منہ لہولہان ہو جاتا ہے، اور کہنے لگتے ہیں۔ اپنے نفس کی دشمن! آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سچ کے علاوہ بھی کچھ نکل سکتا ہے؟ حضرت عائشہؓ اللہ کے رسول ﷺ کی پناہ میں آجاتی ہیں اور آپ ﷺ کے پیٹھ پیچھے دبک کر بیٹھ جاتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ فرمانے لگتے ہیں، اب میں اسے آپ کے حوالہ نہیں کر سکتا، ہمارا تو یہ مطلب تھا ہی نہیں۔(۲۰) بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ نان نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کرتے ہوئے بیویوں نے احتجاج بھی کیا (۲۱)، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپسی زندگی کتنی خوشگوار اور

(۱۹) بخاری (۵۲۲۸) ومسلم ۸۰-۲۴۳۹ (۲۰) ابوداؤد ۴۹۹۹ (۲۱) بخاری ۵۱۹۱

Marfat.com

بے تکلفانہ تھی حضرت عائشہؓ ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حریرہ (دودھ، گھی اور آٹے سے تیار کیا ہوا کھانا) لے کر آئی، جسے میں نے خود آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا، وہاں حضرت سودہؓ بھی تھیں نبی کریم ﷺ میرے اور ان کے درمیان میں تھے، میں نے سودہؓ سے کہا، ''کھاؤ'' انہوں نے انکار کیا، میں نے کہا، کھاؤ ورنہ تمہارے چہرے پر لتھیڑ دونگی، انہوں نے پھر انکار کیا، میں نے حریرے میں اپنا ہاتھ ڈالا، اور ان کے چہرے پر لیس دیا، نبی کریم ﷺ ہنسنے لگے، آپ ﷺ نے سودہؓ سے فرمایا ''اس کے بھی چہرے پر لتھیڑ دو'' (دوسری روایت میں حضرت عائشہ کا یہ بیان بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا گھٹنا نیچے کرلیا تاکہ سودہؓ مجھ سے بدلہ لے سکیں) چنانچہ انھوں نے بھی پلیٹ میں سے کچھ لے کر میرے چہرے پر لیس دیا اور رسول ﷺ ہنستے رہے۔ (۲۲)

صنف نازک کا اتنا خیال تھا کہ ام المومنین حضرت صفیہؓ ایک سفر میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھیں۔ انھوں نے اپنا پورا جسم چادر میں محفوظ کر دیا تھا، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اونٹ کی پچھلی نشست پر سوار ہوا کرتی تھی۔ جب وہ اونٹ پر سوار ہونے لگتیں، آں حضرت ﷺ اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے، حضرت صفیہ اپنا پاؤں آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں''۔ (۲۳)

ایک جگہ اونٹنی کے پھسلنے سے اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت صفیہ دونوں گر پڑے، ابو طلحہ دوڑے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور سہارا دینے لگے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''پہلے عورت کی خبر لو'' (۲۴) انجشہ نام کے ایک حبشی غلام حدی خواں تھے یعنی اونٹ کے آگے حدی (گیت) پڑھتے جاتے تھے، ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ انجشہ حدی پڑھتے جا رہے تھے، ان کے گیت سن کر اونٹ زیادہ تیز چلنے لگے، تو آپ ﷺ نے فرمایا ''انجشہ! دیکھنا شیشے (عورتیں) ٹوٹنے نہ پائیں'' (۲۵) یعنی اتنی تیز نہ بھگاؤ کہ ان نازک اندام خواتین کو کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اہم موقعوں پر ان سے مشورے بھی کیا کرتے اور ان کی آراء کا خیال بھی رکھتے تھے ''غار حراء میں پہلی مرتبہ آپ ﷺ پر وحی

(۲۲) بخاری ۵۱۹۱ (۲۳) بخاری ۲۲۳۵ (۲۴) ایضا ۳۰۸۵ (۲۵) بخاری ۶۱۴۹، مسلم ۲۳۲۳

Marfat.com

نازل ہوئی تو اس کا آپ ﷺ پر بڑا اثر تھا، انتہائی پریشانی کے عالم میں فوراً گھر آئے اور اپنی بیوی سے سارا واقعہ کہہ سنایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ (۲۶)

صلح حدیبیہ کا موقع ہے، مسلمان ایک لمبے عرصے کے بعد بڑے جوش وخروش کے ساتھ عمرے کے ارادے سے نکلتے ہیں، راستہ ہی میں مکہ والوں کے ساتھ معاہدہ ہو جاتا ہے، جس کی رو سے مسلمانوں کو بغیر عمرہ کیے مدینے واپس جانا پڑتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ اپنے ساتھیوں سے فرماتے ہیں "اپنے اپنے بال منڈوا کر قربانی کرو اور مدینہ کی طرف کوچ کرو" تین مرتبہ یہی الفاظ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں پر واقعے کا اتنا گہرا اثر ہے کہ کوئی اس کے لیے تیار نہیں ہو رہا ہے۔ بالآخر مایوس ہو کر اللہ کے رسول ﷺ اپنے خیمہ میں لوٹ آتے ہیں۔ اور اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حالات بیان کرتے ہیں اور مشورہ طلب کرتے ہیں، مسلمانوں کی ماں اور انسانِ کامل کی زوجہ عرض کرتی ہے، "ابتدا آپ اپنی طرف سے کیجیے، خود قربانی کر کے بال منڈوایئے، لوگ آپکو دیکھیں گے تو خود بخود عمل کرنا شروع کر دیں گے"۔ یہی ہوا، لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تو خود بخود آپ ﷺ کی اقتدا میں قربانی کر کے بال منڈوانا شروع کیا۔ (۲۷)

سوکنوں میں اونچ نیچ ہونا فطری بات ہے، اللہ کے رسول ﷺ اس کا خیال رکھتے تھے کہ ایک کی وجہ سے دوسری کو تکلیف نہ ہو، اس کے دل کو ٹھیس نہ پہنچے، ہمیشہ آپس میں اصلاح کی فکر رہتی، حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ کو ایک مرتبہ یہودن (یہودی کی لڑکی) کہہ کر پکارا، ان پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اسی وقت اللہ کے رسول ﷺ بھی داخل ہو گئے۔ دریافت کیا کہ کیوں رو رہی ہو، بتایا کہ حضرت حفصہؓ نے مجھے یہودی کی لڑکی کہہ کر پکارا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "تو تو ایک نبی کی بیٹی ہے اور تمہارے چچا بھی نبی تھے اور پھر تم ایک نبی کی بیوی بھی ہو، وہ تم پر کس بات سے فخر کر سکتی ہے"؟ پھر حضرت حفصہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اے حفصہؓ اللہ سے ڈرو"۔ (۲۸)

---

(۲۶) یہ واقعہ بہت مشہور ہے اس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ (۲۷) بخاری ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ (۲۸) ترمذی ۳۸۹۴

Marfat.com

حضرت صفیہؓ ذرا سی ٹھگنی تھیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا، صفیہؓ ایسی عورت ہے (ان کے ٹھگنے پن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ ﷺ نے فرمایا ''تمہاری زبان سے ایسا جملہ نکلا ہے اگر سمندر میں اسے ملا دیا جائے تو پورے سمندر میں بدبو پھیل جائے''۔(۲۹)

سوکنوں کی آپسی غیرت کا بھی بڑا لحاظ کرتے تھے'' اللہ کے رسول ﷺ اپنی کسی بیوی کے یہاں مقیم تھے، دوسری بیوی نے اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں ایک برتن میں کچھ کھانا بھیجا، پہلی نے دیکھا تو اس خادم کے ہاتھ پر جو ناشتہ لے کر آرہا تھا آہستہ سے حرکت دی، برتن گر کر چور چور ہو گیا، اللہ کے رسول ﷺ برتن کے ٹکڑوں اور ناشتہ کو سمیٹ بھی رہے تھے اور اسے تنبیہ بھی کر رہے تھے۔ پھر جس بیوی کے یہاں مقیم تھے اس کا برتن لے کر خادم کے حوالے کر دیا''۔(۳۰)

اللہ کے رسول ﷺ کو مٹھائی شہد وغیرہ میٹھی چیزیں بہت پسند تھی، آپ ﷺ کی عادت تھی کہ عصر بعد تمام بیویوں کے گھر باری باری تشریف لے جاتے تھے۔ بیویاں بھی آپ ﷺ کے مذاق کا خیال کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ تواضع کا اہتمام فرمایا کرتی تھیں، حضرت حفصہؓ کے یہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا وہ روزانہ تھوڑا تھوڑا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتی تھیں، آپ ﷺ خوشی خوشی نوش فرمایا کرتے تھے اس میں ذرا دیر لگ جاتی، دیگر بیویوں سے یہ کیسے برداشت ہوتا، فوراً آپس میں مشورہ کیا، یہ معاملہ طے ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ جس کے گھر بھی داخل ہوں وہ فوراً کہنا شروع کریں کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے، اب باری باری اللہ کے رسول ﷺ جس کے گھر بھی داخل ہوتے وہ دریافت کرتیں، یہ مغافیر کی بو کیسی، کہیں آپ نے مغافیر تو نوش نہیں فرما لیا ہے؟ آپ ﷺ فرماتے نہیں میں نے تو شہد پیا ہے، وہ کہتیں شاید مکھی نے مغافیر کا رس چوس لیا تھا، جس کا اثر شہد میں بھی ظاہر ہو گیا ہے۔ آخر کار اللہ کے رسول ﷺ کو کہنا پڑا کہ آئندہ سے پھر کبھی میں شہد نہیں پیوں گا''۔(۳۱)

صرف زندگی بھر ان کا لحاظ نہیں کرتے تھے بلکہ جن بیویوں کا آپ ﷺ کی زندگی

(۲۹) ترمذی (۲۵۰۲) وابوداؤد ۴۸۷۵ (۳۰) بخاری ۵۲۲۵ (۳۱) مسلم (۱۱۰۲)

Marfat.com

میں انتقال ہوتا مرنے کے بعد بھی انکا ذکرِ خیر کرتے رہتے۔آپ ﷺ کی بیویوں میں حضرت خدیجہؓ کا انتقال سب سے پہلے ہوا تھا، آپ ﷺ ہمیشہ ان کا ذکر خیر کرتے رہتے تھے، اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب بھی اللہ کے رسول ﷺ گھر سے نکلتے تو حضرت خدیجہؓ کا تذکرہ کرتے اور ان کی تعریف کرنے لگتے، ایک مرتبہ میری غیرت بھڑک اٹھی میں نے کہا وہ تو ایک بوڑھی تھی۔ اللہ نے اس سے بہتر آپ کو عطا کر دیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ ناراض ہو گئے، غصہ سے آپ ﷺ کے سر کے اگلے بال حرکت کرنے لگے۔ پھر فرمانے لگے خدا کی قسم اللہ نے مجھے اس سے بہتر چیز عطا نہیں کی، جب لوگوں نے انکار کیا تو وہ ایمان لے آئیں۔ دیگر لوگوں نے جھٹلایا تو اس نے میری تصدیق کی، لوگوں نے مجھے محروم کیا اس نے اپنے مال سے میری غم خواری کی، اور اللہ نے اس کے ذریعہ مجھے اولاد دی جبکہ دیگر بیویاں اس شرف سے محروم رہیں۔(۳۲)

کبھی بکری ذبح کرتے تو اس کے کئی حصہ بنا کر حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے (۳۳)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ایک بوڑھی عورت اکثر ہمارے گھر آتی تھی، جب وہ آتی تو اللہ کے رسول ﷺ کا چہرہ کھل اٹھتا اور آپ ﷺ اس کے اہتمام میں لگ جاتے، میں نے پوچھا کہ اس بڑھیا کے ساتھ آپ ﷺ کا عجیب معاملہ ہے کسی دوسری کا اتنا اہتمام کرتے ہم نے آپ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے گھر خدیجہؓ کے زمانے میں آیا کرتی تھی، کیا تم کو معلوم نہیں؟ کہ محبت کا پاس ولحاظ بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔(۳۴)

یہ چند نمونے تھے انسان کامل کی ازدواجی زندگی کے جہاں آپ ﷺ کی انسانیت بام عروج پر نظر آتی ہے۔ حقوق نسواں کا نعرہ لگانے والے ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لیں؟

(۳۲) الاستیعاب ۴/۷۸۷-۳۸۴ (۳۳) بخاری ۳۸۱۸ (۳۴) کنز العمال ۱۳/۶۹۱

Marfat.com

تیسری فصل

میدان جنگ میں انسانیت نوازی

ظلم وزیادتی کے خلاف جنگ ایک فطری ضرورت ہے، اس کے بغیر دنیا میں امن وسکون کی زندگی کا تصور سراب سے زیادہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے فلسفے اور اس کی حکمت کو کتنے مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے "و لولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا" اگر اللہ لوگوں کا زور ایک دوسرے سے نہ گھٹاتا رہتا تو تمام خانقاہیں، گرجے، کنیسے، اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے ڈھائے جاچکے ہوتے"۔(۱)

مطلقاً عدم تشدد کا فلسفہ غیر فطری اور خلاف عقل ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، ظالموں کا مقابلہ کرنا، ظلم کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا ہی حقیقی مصلحت اور انسانیت پر احسان عظیم ہے، اسی لیے انسانیت کے محسن اعظم ﷺ نے فرمایا۔ "اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے، وہ ظالم ہو یا مظلوم" صحابہ نے عرض کیا حضرت! مظلوم کی مدد کا مسئلہ تو قرین قیاس ہے مگر یہ ظالم کی مدد والی بات سمجھ میں نہیں آتی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو اس کے ظلم سے روکا جائے"(۲) لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں آدمی درندہ بن جائے اور انسانیت کی چادر اکھاڑ کر پھینک دے، جیسا کہ آجکل ترقی یافتہ اور مہذب قوموں نے اپنا شعار بنا رکھا ہے، دیکھیے کیا فرماتے ہیں رحمت کے پیغامبر اپنے کمانڈروں کو نصیحت کرتے ہوئے۔

۱- جنگ کے انوکھے اصول:

"کوئی بوڑھا، کوئی بچہ اور کوئی عورت قتل نہ کیا جائے۔ لڑائی سے دور رہنے والی شہری آبادی کو کچھ نہ کیا جائے۔

(۱) سورۃ الحج ر ۴۰ (۲) بخاری ۲۴۴۴

Marfat.com

عبادت گاہوں میں عابد کو نہ چھیڑا جائے، عہد شکنی نہ کی جائے، کسی بے گناہ کو نہ مارا جائے، بدکاری نہ کی جائے، نماز روزوں کی پابندی کی جائے۔

کسی مذہب میں مداخلت نہ ہو، کسی گرجہ یا مندر کو نہ گرایا جائے، جنگ میں کسی کی ناک، کان اور اعضاء نہ کاٹے جائیں، کسی مقتول کی توہین نہ ہو، قتل کے لیے ذلیل اور تکلیف دہ طریقے اختیار نہ کئے جائیں، دشمن کی لاشوں کو بھی دفن کیا جائے، انکے مریضوں کا علاج کیا جائے، عین حالتِ جنگ میں جو امان مانگے اس کو امان دے دو، بلکہ اگر ایک مسلمان جس کو امان دیدے اس کی پابندی تمام مسلمانوں کو کرنی پڑے گی، اس شخص کو کوئی مسلمان قتل نہیں کر سکتا، رات کو حملہ نہ کیا جائے، صلح کی درخواست قبول کر لی جائے، قیدیوں سے بہترین سلوک کیا جائے"۔(۳)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

اللہ کے نام پر قتال کرنا، اور اللہ ہی کے راستہ میں اس سے قتال کرنا جس نے اللہ کے ساتھ کفر اختیار کیا، غداری نہ کرنا، مال غنیمت میں چوری نہ کرنا،......... کسی کھجور کو ہاتھ نہ لگانا، کسی درخت کو نہ کاٹنا اور کسی عمارت کو نہ گرانا"۔(۴)

۲-میدان جنگ میں دشمنوں کے حق میں دعا:

۸ھ میں مسلمانوں کی فوج طائف کا محاصرہ کرتی ہے، ایک مدت تک محاصرہ جاری رہتا ہے، قلعہ نہیں فتح ہوتا، بہت سے مسلمان شہید ہوتے ہیں، آپ ﷺ واپسی کا ارادہ کرتے ہیں، پرجوش مسلمان نہیں مانتے، طائف پر بددعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں، آپ ﷺ ہاتھ اٹھاتے ہیں، مگر کیا فرماتے ہیں؟ "خداوندا! طائف کو ہدایت دے اور اس کو اسلام کے آستانہ پر جھکا"۔(۵)

احد کے غزوے میں دشمن حملہ کرتے ہیں، مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں، آپ ﷺ نرغۂ اعداء میں ہوتے ہیں، آپ ﷺ پر پتھر، تیر اور تلوار کے وار ہو رہے ہیں۔ دندانِ

---

(۳) جنگ سیرت کی روشنی میں ص (۲۲) (۴) موطا کتاب الجہاد باب ۳/رقم ۱۰، وسنن کبری بیہقی ۹/۱۵۲ (۱۸۱۴۸) (۵) سیرت ابن کثیر ۴/۴۰۸

Marfat.com

مبارک شہید ہوتا ہے، خود کی کڑیاں سر مبارک میں گڑ جاتی ہے، چہرۂ مبارک خون سے رنگین ہوتا ہے، اس حالت میں آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ آتے ہیں، "وہ قوم کیسے نجات پائیگی جو اپنے پیغمبر کے قتل کے درپے ہے، خداوندا! میری قوم کو ہدایت کر وہ جانتی نہیں ہے"۔(۶)

۳- قیدیوں کے ساتھ معاملہ:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے "اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بیماروں کی خبر گیری کرو"(۷) دوسری جگہ قیدیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "ان سے اچھا معاملہ کرنا" ابوعزیر (حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی) ایک صحابی ہیں وہ خود اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "جب مجھے بدر سے قیدی بنا کر لائے تو مجھے ایک انصار کے خاندان کے حوالے کیا گیا، وہ دونوں وقت اپنے کھانوں میں سے روٹی تو مجھے دیتے اور خود کھجوروں پر اکتفا کرتے" یہ رسول ﷺ کی اسی نصیحت کا اثر تھا، وہ مزید فرماتے ہیں کہ کسی کو کہیں سے روٹی کا ایک ٹکڑا بھی مل جاتا تو مجھے لاکر دیتا مجھے شرم محسوس ہوتی اور میں اسے لوٹا دیتا، لیکن وہ زبردستی مجھے دیتا اور خود اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا (۸)۔ جب قیدی اسیر ہو کر آتے نبی ﷺ پہلے ان کے لباس کی فکر کیا کرتے تھے"(۹)

۴- قیدیوں کی رہائی کی نادر مثال:

مکہ جب فتح ہوا تو حرم کے صحن میں قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کو جھٹلایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کی ہجویں کیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکے تھے، آپ ﷺ کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے عزیزوں کا خونِ ناحق کیا تھا، آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے، پیچھے دس ہزار (۱۰۰۰۰) تلواریں محمد ﷺ کے ایک اشارے کی منتظر تھیں۔ دفعۃً زبانِ مبارک کھلتی ہے، سوال ہوتا ہے قریش بتاؤ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ جواب ملتا

(۶) مسلم ۴۶۴۶ (۷) بخاری ۳۰۴۶ (۸) سیرت ابن کثیر ۲/۴۸۵ (۹) بخاری ۳۰۰۸

Marfat.com

ہے "محمد! تم ہمارے شریف بھائی ہو اور شریف بھتیجے ہو" ارشاد ہوتا ہے "آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے ظالم بھائیوں سے کہا تھا ۔آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو" (۱۰)

۵- جنگ میں مذہبی رواداری:

غزوہ خیبر میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا، اس میں توریت کے متعدد نسخے تھے، یہودیوں نے درخواست کی کہ وہ ان کو عطا کر دیے جائیں، رسول ﷺ نے حکم دیا کہ یہ سب صحیفے ان کے حوالے کر دیے جائیں۔

یہودی فاضل ڈاکٹر اسرائیل ولفنسون اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس واقعہ سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان مذہبی صحیفوں کا رسول اللہ ﷺ کے دل میں کس درجہ احترام تھا، آپ ﷺ کی اس رواداری اور فراخدلی کا یہودیوں پر بڑا اثر پڑا، وہ آپ ﷺ کے اس احسان کو کبھی بھول نہیں سکتے کہ آپ ﷺ نے ان کے مقدس صحیفوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جن سے ان کی بے حرمتی لازم آتی ہو، اس کے مقابلہ میں ان کو یہ واقعہ بھی خوب یاد ہے کہ جب رومیوں نے یروشلم کو ۷۰ء قبل مسیح میں فتح کیا تو انھوں نے ان مقدس صحیفوں کو آگ لگا دی اور ان کو اپنے پاؤں سے روندا، اسی طرح متعصب نصرانیوں نے اندلس میں یہودیوں پر مظالم کے دوران توریت کے صحیفے نذر آتش کیے، یہ وہ عظیم فرق ہے جو ان فاتحین (جن کا ابھی اوپر ذکر گذرا ہے) اور اسلام کے نبی کے درمیان ہمیں نظر آتا ہے"۔(۱۱)

۶- جنگ میں کشادہ قلبی:

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اہل لشکر کو ہدایت فرمائی کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت صرف اس شخص پر ہاتھ اٹھائیں جو ان کی راہ میں حائل ہو اور ان کی مزاحمت کرے، آپ ﷺ نے اس کا بھی حکم فرمایا کہ اہل مکہ کی منقولہ و غیر منقولہ جائداد کے معاملے میں مکمل احتیاط برتی جائے اور اس میں مطلق دست درازی نہ کی جائے"۔(۱۲)

---

(۱۰) زاد المعاد ۲۲۲/۲ نیز دیکھیے جنگ سیرت نبوی کی روشنی میں ۵-۲۰۴ اس قسم کے مزید واقعات اگلی فصل میں عملی نمونوں کے تحت ذکر کیے جائیں گے انشاء اللہ (۱۱) از تاریخ الیہود فی بلاد العرب ص ۱۷۰ (۱۲) سیرت ابن ہشام ۴۰۹/۲

Marfat.com

طائف کی جنگ میں جب محاصرہ اور جنگ نے طول کھینچا تو رسول اللہ ﷺ نے ثقیف کے انگور کے باغات کاٹ ڈالنے کا حکم دیا، انہی باغات پر ان کی معیشت کا سارا دارومدار تھا، لوگوں نے ان کو کاٹنا شروع کیا، تو انھوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کے لیے اور رشتہ کا خیال کر کے ان باغات کو چھوڑ دیں، آپ ﷺ نے فرمایا بیشک میں اس کو اللہ کے لیے اور رشتہ کی بنیاد پر چھوڑتا ہوں، پھر رسول ﷺ نے یہ منادی کروادی کہ جو غلام قلعے سے اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہے، یہ پکار سن کر دس سے کچھ اوپر آدمی نکلے، آپ ﷺ نے ان سب کو آزاد فرمایا، اور ہر آدمی کو ایک مسلمان کے حوالہ کیا اور اس کے کھانے پینے کی ذمہ داری اس پر ڈال دی"۔ (۱۳)

حنین کی جنگ کے بعد قبیلہ ہوازن کا ایک وفد چودہ ۱۴ آدمیوں پر مشتمل خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ آپ ہمارے ان قیدیوں اور مال واسباب کو ہمارے حوالے کردیں تو ہم پر بڑا احسان ہوگا۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "تم دیکھ رہے ہو میرے ساتھ کون کون ہیں؟ مجھے سچی بات سب سے زیادہ پسند ہے، اب یہ بتاؤ تمہاری اولاد اور تمہاری عورتیں زیادہ محبوب ہیں یا تمہارا مال واسباب؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم اپنی اولاد کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے، ارشاد ہوتا ہے "کل صبح کی نماز بعد مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہنا "ہم مسلمانوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کو سفارشی بناتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے مسلمانوں کو سفارشی بنا کر پیش کرتے ہیں، تاکہ آپ ہمارے غلام باندی واپس فرمادیں۔

دوسرے دن اللہ کے رسول ﷺ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے ہیں، تو یہ لوگ کھڑے ہو کر یہی عرض کرتے ہیں، زبانِ نبوت گویا ہوتی ہے "میرے حصے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ میں جو کچھ ہے وہ تمہارے حوالہ ہے اور دوسرے لوگوں سے تمہارے لیے میں سفارش کرتا ہوں، اس پر مہاجرین وانصار کہہ اٹھتے ہیں "ہمارے حصہ کا جو کچھ ہے وہ سب رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہے" غرض اس حکیمانہ ترکیب سے ان کی عورتوں اور بچوں کو آپ ﷺ ان کے حوالے کردیتے ہیں اور ہر قیدی کو پوشاک بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ (۱۴)

یہ تھے میدان جنگ کے چند منتخب انسانی نمونے۔

---

(۱۳) زادالمعاد ۱/۴۵۷ (۱۴) زادالمعاد ۱/۴۴۹

Marfat.com

چوتھی فصل

آپ ﷺ کی انسانیت نوازی، واقعات کی زبانی

(۱)

سرداران قریش حرم شریف میں جمع ہیں، اچانک اللہ کے رسول ﷺ طواف کے ارادے سے حرم میں داخل ہوتے ہیں، آپ ﷺ پر نظر پڑتے ہی سارا مجمع آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑتا ہے اور اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے، ایک بدبخت کی جرأت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ آپ کی چادر پکڑ کر زور سے گھسیٹنا شروع کردیتا ہے گلوئے مبارک پر خراش آجاتی ہے، حضرت ابوبکر صدیق کی نظر پڑتی ہے، بے چین ہوجاتے ہیں، فوراً بیچ میں کود پڑتے ہیں، اور رو رو کر کہنے لگتے ہیں ''کیا تم اس شخص کو محض اتنی بات سے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے''، اتنا سننا تھا کہ کفار مکہ اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر ابوبکر صدیقؓ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ سر پھٹ جاتا ہے ڈاڑھی پکڑ کر گھسیٹا جاتا ہے، گھر پہنچتے پہنچتے ان کی حالت غیر ہوجاتی ہے، لیکن قربان جائے رحمت دو عالم ﷺ اور صدیق اکبر پر کہ زبان سے ایک حرف بھی بددعا کا نہیں نکلتا ہے(۱)۔

(۲)

آپ ﷺ کی دعوت پر کئی سال کا عرصہ گذر چکا ہے، نتیجہ زیادہ امید افزا نظر نہیں آتا ہے، ہر ایک ترش روئی سے پیش آرہا ہے، مکہ کے جگری دوست اور وہ رشتہ دار جن سے چولی دامن والا ساتھ رہا ہے آپ ﷺ سے روٹھے ہوئے ہیں، وہ مکہ جس کی کنکریاں آپ ﷺ سے کلام کیا کرتی تھیں، جس کے درخت آپکو سلام کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے لیے پردیس بن چکا ہے، آپ ﷺ مایوسی و پریشانی کی حالت میں طائف(۲) کا رخ کرتے ہیں۔ شاید کہ طائف کے سرداروں کے دلوں میں اللہ تعالی اپنے دین کی عظمت ڈالدیں اور وہ دین حق کو قبول کر کے اس کے داعی بن جائیں، بڑی امیدوں اور آرزوؤں کا سہارا لے کر طائف کے

---

(۱) سیرت ابن ہشام ۱/۹۱-۲۸۹ (۲) یہ مکہ کے بعد دوسرا بڑا شہر ہے

Marfat.com

سرداروں سے ملاقات کرتے ہیں، انکے پاس بیٹھ کر دین حق کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور نظر آتا ہے۔ وہ خود دعوت قبول کرنے کے بجائے اور بگڑ جاتے ہیں، طیش میں آکر آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے میں لگ جاتے ہیں۔ آپ کا مذاق اڑاتے ہیں اور شہر کے اوباش لوگوں اور غلاموں کو آپ ﷺ کو ستانے پر مامور کردیتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں، شور مچاتے ہیں۔ پتھر پھینکتے ہیں، یہاں تک کہ دونوں پیر لہولہان ہوجاتے ہیں، پیاس اور تکلیف سے براحال ہے، اسی بے بسی اور کرب کے عالم میں کھجور کے سایے میں پناہ لے کر ستانے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔ آسمان ماتم کناں ہے، زمین بے چین ہے، ہوائیں آزردہ ہیں، انسانیت چیخ رہی ہے۔ ایسے دلدوز اور بھیانک موقع پر زبانِ مبارک پر یہ کلمات جاری ہوتے ہیں "الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی، اور لوگوں میں تحقیر کی آپ سے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے، درماندہ اور عاجزوں کا تو ہی مالک ہے، اور میرا بھی مالک تو ہی ہے، مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے، کیا بے گانہ ترش رو کے، یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ وسیع ہے، میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں اور دنیا ودین کے کام اس سے ٹھیک ہوجاتے ہیں، کہ تیرا غضب مجھ پر اترے، یا تیری ناراضگی مجھ پر وارد ہو، مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے، اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔

پرورد گار سے مناجات کے بعد طبیعت ذرا سنبھلتی ہے، باغ سے نکل کر چلنے لگتے ہیں۔ ذرا دور جاتے ہیں، اوپر سے ابر سایہ فگن نظر آنے لگتا ہے، ذرا غور کرتے ہیں۔ جبرئیل امین کی آواز کانوں سے ٹکراتی ہے، وہ کہہ رہے ہیں "اللہ نے وہ سب کچھ سن لیا ہے جو آپ ﷺ کی قوم نے آپ سے کہا، اور آپ کی دعوت کا انھوں نے جو جواب دیا، اے محمدؐ! اللہ نے آپ کے پاس یہ پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، تاکہ آپ جو چاہیں اسے حکم دیں، پہاڑوں کا فرشتہ عرض کرتا ہے "جناب والا! اگر آپ کی اجازت ہوتو ان دونوں پہاڑوں کو جن کے درمیان طائف واقع

Marfat.com

ہے ملادوں، تا کہ ان کا نام ونشان مٹ جائے" اس سے بڑھ کر دشمنوں سے بدلے کا کون سا موقع ہوسکتا ہے، پروردگار کی طرف سے پیش کش ہوتی ہے، جبرئیل امین سفارش کرتے ہیں، پہاڑوں کا فرشتہ حکم کے انتظار میں ہے۔ زبان نبوت گویا ہوتی ہے "نہیں! مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے کوئی ایسا ہوگا جو خدائے واحد کی عبادت کرے گا اور اس کے ساتھ کسی اور ہستی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔(۳)

(۴)

مکہ میں کہرام مچا ہوا ہے، ہر شخص پریشان اور متفکر، سرداران قریش کے ہاتھوں سے طوطے اڑ چکے ہیں، ناگاہ اعلان ہوتا ہے "جو شخص محمد (ﷺ) کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا وہ سو/۱۰۰ اونٹنیاں پائے گا" سو ۱۰۰ اونٹنیوں کا نام سنتے ہی نوجوان سراقہ کے منہ میں پانی بھر آتا ہے، فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ اور ساتھیوں کے نشانات قدم کی مدد سے تعاقب شروع کر دیتا ہے۔ کافی دور پر کچھ پرچھائیاں نظر آتی ہیں، مارے خوشی کے اچھل پڑتا ہے، دل یقین کر لیتا ہے، یہ محمد (ﷺ) اور آپکے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی ہو نہیں سکتے، اپنی قسمت پر نازاں وفرحاں آگے بڑھتا ہے۔ اچانک گھوڑے کو ٹھوکر لگ جاتی ہے، سراقہ منہ کے بل گر جاتا ہے، فوراً کھڑے ہو کر عربوں کے پرانے دستور کے مطابق ترکش سے فال نکالتا ہے۔ فال موافق نہیں نکلتا، پھر بھی سو ۱۰۰ اونٹوں کے لالچ میں آگے کو چل دیتا ہے۔ ابھی چند قدم آگے بڑھ بھی نہیں پاتا ہے کہ پھر ٹھوکر کھا کر گھوڑا پھسل جاتا ہے اور اپنے سوار کے ساتھ زمین پر آپڑتا ہے۔ دوسری مرتبہ پھر فال لیتا ہے، قسمت ساتھ نہیں دیتی، لیکن اونٹنیوں کا تصور پھر آگے بڑھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اب قافلہ بالکل سامنے ہو جاتا ہے، آنکھوں سے آنکھیں ملتی ہیں۔ مارے خوشی کے جھومنے لگتا ہے، ابھی تصور کی دنیا میں قلابازی کھا ہی رہا ہوتا ہے کہ زور کی ٹھوکر لگ جاتی ہے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس جاتے ہیں، سراقہ بھی گر پڑتا ہے۔ سامنے آندھی کی شکل میں دھواں اٹھتا نظر آتا ہے۔ سراقہ کا دل پکار اٹھتا ہے "یہ کوئی غیر معمولی

(۳) زاد المعاد ۱/۳۰۲

Marfat.com

ہستی ہے، اللہ کی حمایت میں چل رہی ہے۔ ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا"، زو لگا کر کہتا ہے "اے محمد (ﷺ) میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں، آپ سے امان طلب کر رہا ہوں، مجھے بات کرنے کا موقع دیجیے، مجھ سے آپ لوگوں کو ہرگز نقصان نہیں پہنچے گا" اللہ کے رسول ﷺ حضرت ابوبکر سے پوچھتے ہیں "یہ کیا چاہتا ہے"، سراقہ کہتا ہے "آپ ایک تحریر مجھے دیدیں جو میرے اور آپ کے درمیان ایک نشانی اور یادگار کے طور پر محفوظ رہے"، تصور کیجئے کتنا نازک موقع ہے، چوطرفہ دشمنوں کا خوف، مجرم و قاتل آپکے سامنے، آپکی ایک جنبش مجرم کی گردن جسم سے جدا کرنے کے لیے کافی، پھر بھی اپنے حکم سے امان نامہ لکھواتے ہیں اور صرف اتنا کہتے ہیں "ہمارا معاملہ راز میں رکھنا" (۴)۔

(۴)

رسول اللہ ﷺ کے بڑے دشمن اور قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال قیدی بنا کر مدینہ لائے جاتے ہیں اور مسجد نبوی کے ستون سے باندھے جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا اس طرف سے گذر ہوتا ہے، آپ ﷺ ان سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں، ثمامہ کچھ کہنا تو نہیں ہے؟ جواب ملتا ہے "اے محمد (ﷺ) اگر آپ قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو لائقِ گردن زدنی ہے، اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گذار اور احسان شناس پر احسان کریں گے، اور اگر آپ کو مال و دولت مطلوب ہے، تو آپ بتائیں جو مطالبہ بھی رکھیں، پورا کیا جائے گا" آپ ﷺ یہ سن کر آگے بڑھ جاتے ہیں، یہی واقعہ تین مرتبہ پیش آتا ہے تینوں مرتبہ ثمامہ کی طرف سے ایک ہی جواب ملتا ہے، تیسری مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ "ثمامہ کو رہا کر دیا جائے" ثمامہ آپ ﷺ کے اس کریمانہ اخلاق سے اس درجہ متاثر ہو جاتے ہیں کہ سیدھے مسجد کے قریب ہی ایک نخلستان میں چلے جاتے ہیں اور غسل کر کے خدمت عالیہ میں حاضری دیتے ہیں اور اپنے قبول اسلام کا اعلان اس طرح سے کرتے ہیں "خدا کی قسم آج سے پہلے مجھے آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ برا نہیں لگتا تھا، لیکن آج آپ کا روئے انور مجھے ہر چیز سے زیادہ

(۴) بخاری ۳۹۰۵

Marfat.com

عزیز ہے۔اور خدا کی قسم آپ کے دین سے زیادہ روئے زمین پر مجھے اور کسی دین سے بغض نہیں تھا، آج آپ کا دین سارے ادیان و مذاہب سے زیادہ مجھے عزیز و محبوب ہے"۔

پھر نبی کریم ﷺ کی اجازت سے عمرہ کی نیت سے ثمامہ مکہ تشریف لے جاتے ہیں۔ مکہ والے ثمامہ سے اچھی طرح واقف تھے، یہ یمامہ کے سردار تھے اور یمامہ مکہ کے غلہ کی منڈی تھی وہیں سے غلہ کی رسد مکہ آتی تھی، جب قریشیوں سے ثمامہ کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ کہنا شروع کر دیتے ہیں، "ثمامہ تم تو بے دین ہو گئے، ثمامہ تم تو بے دین ہو گئے" ثمامہ جواب دیتے ہیں "نہیں نہیں! میں تو بے دین نہیں ہوا، میں تو محمد (ﷺ) پر ایمان لا چکا ہوں"، پھر غصہ کی حالت میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل پڑتے ہیں "بخدا تمہارے پاس یمامہ کے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں پہنچے گا، جب تک رسول اللہ ﷺ کی منظوری نہ ہوگی" پھر اپنے علاقے میں لوٹ آتے ہیں، اور اونٹوں کے کارواں کو جو گیہوں لے کر جاتے تھے مکہ جانے سے روک دیتے ہیں، قریش کا تو پورا انحصار انہیں غلوں پر تھا، وہ بڑی پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ،نوبت فاقے تک پہونچ جاتی ہے، ان کا وفد مجبور و بے بس ہو کر رسول خدا ﷺ کی خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے "خدارا! ثمامہ کو غذائی اشیاء اور اجناس کے برآمد کی اجازت دے دیں"، کون سفارش طلب کر رہے ہیں؟ وہ جنہوں نے آپ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کیا تھا تکلیفوں پر تکلیفیں دی تھی، آپ کے ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے آپ ﷺ چاہتے تو انھیں ذلیل کر سکتے تھے، نکال باہر کر سکتے تھے۔ سفارش سے انکار کر سکتے تھے۔ آپ کو اسکا پورا پورا حق حاصل تھا، لیکن! خدا کے آخری رسول ﷺ، انسانیت کے حقیقی مہربان، ان کی درخواست قبول فرماتے ہیں، اور ثمامہ کو پابندی ہٹا دینے کا حکم فرماتے ہیں۔(۵)

(۵)

مسلمانوں کا قافلہ سفر سے واپس ہو رہا ہے، راستہ میں مہاجرین و انصار میں کچھ کشمکش ہو جاتی ہے، عبداللہ بن ابی مدینہ کے منافقوں کا سردار، اللہ کے رسول ﷺ کا سب سے بڑا مخالف، آپ ﷺ

(۵) ابوداؤد ۲۶۷۹

Marfat.com

کو تکلیف دینے میں ہر وقت پیش پیش رہنے والا، یہ سن کر بھڑک اٹھتا ہے، اور کہنے لگتا ہے "اچھا ان مہاجرین کے حوصلے یہاں تک پہنچ گئے، انہوں نے ہمارے علاقہ میں آکر ہم سے رسہ کشی کی اور اپنی تعداد بڑھانے کی کوشش کی؟؟ خدا کی قسم جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں کے عزت والے (وہ خود اور اس کی قوم) وہاں کے ذلیل لوگوں کو (غریب مسلمانوں کو) نکال باہر کردیں گے۔" (۶)

اس کے فرزند عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول، سچے اور پکے مسلمان، رسول اکرم ﷺ کے عاشق زار تھے، ان کے کانوں سے یہ آواز ٹکرا جاتی ہے، آتش غضب آسمان کو چھونے لگتی ہے، لشکر سے پہلے ہی مدینہ پہنچ جاتے ہیں، اور راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں، باپ پر جب نظر پڑتی ہے تو اپنا اونٹ راستہ میں بٹھا دیتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں "میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم اپنی زبان سے یہ نہ کہو میں ذلیل ہوں اور محمد ﷺ عزت والے ہیں، ابھی باپ بیٹے میں بات چل رہی ہوتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ادھر سے گذر ہوتا ہے، آپ ﷺ یہ سن کر رک جاتے ہیں، اور عبداللہ سے فرماتے ہیں، "عبداللہ جانے دو! جب تک وہ ہمارے درمیان ہیں ہم ان کے ساتھ اچھا ہی سلوک کریں گے۔ (۷) اسی عبداللہ بن ابی منافق کا جب انتقال ہو جاتا ہے اور وہ دفنایا جاتا ہے، تو آپ ﷺ تشریف لے آتے ہیں، ان کے فرزند کی دلداری، اور اپنے نمبر ایک دشمن پر احسان کرتے ہوئے حکم دیتے ہیں "اس کو قبر سے نکالا جائے" پھر آپ ﷺ اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے ہیں، اور اپنا لعاب دہن اس پر لگاتے ہیں، اپنی قمیص اس کو پہنا دیتے ہیں، (۸) تاکہ قبر میں اس پر زیادہ سختی نہ ہو۔

کیا انسانی تاریخ اس سے بڑھ کر کسی انسانی نمونے کی مثال پیش کرسکتی ہے؟؟

(۶)

صلح حدیبیہ کا موقع ہے، مکہ والوں کی طرف سے بطور سفیر سہیل بن عمرو حاضر ہیں، فریقین میں معاہدہ طے ہو رہا ہے، آپ ﷺ معاہدے کی تحریر کے لیے کاتب طلب فرماتے ہیں اور

---

(۶) بخاری ۴۳۷۰ و مسلم ۴۵۸۹ (۷) طبقات ابن سعد ۵۰۲/۳ (۸) بخاری (۲۷۰)

Marfat.com

ارشاد فرماتے ہیں لکھو ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سہیل بول پڑتے ہیں ''جہاں تک رحمٰن کا تعلق ہے، بخدا ہم اس سے واقف نہیں ہیں، پرانے دستور کے مطابق "باسمك اللهم" لکھو، آپ ﷺ اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور کاتب سے کہتے ہیں لکھدو "باسمك اللهم" مسلمان اس طرح کی ذلت کیسے برداشت کرتے، فوراً آوازیں اٹھنی شروع ہو جاتی ہیں، نہیں نہیں! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھیں گے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہوتا ہے "باسمك اللهم" ہی لکھو۔ آپ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے "باسمك اللهم" ہی لکھا جاتا ہے، پھر اللہ کے رسول ﷺ کا مضمون لکھوانا شروع کرتے ہیں، یہ جملہ بھی اس میں شامل رہتا ہے ''یہ وہ باتیں ہیں جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے معاہدہ کیا'' رسول اللہ کا لفظ سنتے ہی سہیل کہہ اٹھتے ہیں ''خدا کی قسم اگر ہمارا اس پر ایمان ہوتا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ ﷺ کو بیت اللہ سے روکتے ہی کیوں؟ اور آپ ﷺ سے جنگ ہی کیوں کرتے؟ آپ ﷺ اس کی جگہ ''محمد بن عبداللہ'' لکھیں، اللہ کے رسول ﷺ فرمانے لگتے ہیں ''آپ خواہ مانیں یا نہ مانیں میں تو اللہ کا رسول ہوں'' پھر حضرت علیؓ کو حکم دیتے ہیں لفظ رسول اللہ مٹا کر اس کی جگہ ''محمد بن عبداللہ'' لکھ دو، حضرت علی کا دل اس کو قبول نہیں کرتا کہ لفظ ''رسول اللہ'' مٹا دیا جائے، آپؓ معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا'' رسول اللہ ﷺ فرمانے لگتے ہیں ''مجھے وہ لفظ دکھا دو میں خود مٹا دونگا'' حضرت علیؓ اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ خود اس کو مٹاتے ہیں۔(۹)

(۷)

ابھی اسی معاہدہ کی تیاری ہو رہی ہے، دفعات لکھی جا رہی ہیں، سہیل دفعات کی شقیں بڑھاتے ہوئے کہہ رہے ہیں ''اگر ہمارے یہاں سے کوئی شخص آپ کے یہاں چلا جائے خواہ وہ آپ ہی کے مذہب پر ہو تو آپ اسے لوٹا دیں گے'' مسلمانوں کا خون کھولنے لگتا ہے، چاروں طرف سے آوازیں آنے لگتی ہیں ''سبحان اللہ اگر کوئی مسلمان ہو کر ہمارے پاس آتا ہے ہم اس کو کیسے مشرکین کے حوالے کر سکتے ہیں؟'' یہ بات ابھی طے ہی ہو

(۹) بخاری (۲۷۳۲،۲۷۳۱)

Marfat.com

رہی ہے کہ سہیل کے لڑکے ابوجندل بن سہیل بیڑیوں میں جکڑے، گرتے پڑتے نشیب مکہ سے تشریف لے آتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے قدموں پر ڈال دیتے ہیں، مسلمانوں کا دل پسیج جاتا ہے، آنکھوں میں آنسوں امڈ آتے ہیں، ہر کوئی اس کو اپنے ساتھ رکھنے کی تمنا کر رہا ہے کہ سہیل کی آواز پر مجمع گوش برآواز ہوجاتا ہے، وہ کہہ رہا ہے ''اے محمد (ﷺ) یہ پہلا شخص ہے جس کی واپسی کا مطالبہ (عہد نامے کی روسے) میں آپ سے کرتا ہوں'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''ابھی تو ہم نے تحریر بھی مکمل نہیں کی؟'' وہ جواب دیتا ہے ''تو پھر کسی بات پر آپ سے معاہدہ کرنے کے لیے میں تیار نہیں ہوں'' آپ ﷺ فرماتے ہیں ''میرے کہنے سے انہیں اجازت دیدو'' ادھر سے جواب آتا ہے ''میں آپ کے کہنے سے اجازت نہیں دے سکتا'' محسن اعظم کی طرف سے اشارہ ہوتا ہے ''اچھا جو تمہارا جی چاہے کرو'' ابوجندل وہیں پڑے سب کچھ سن رہے ہیں، تکلیف سے برا حال ہے، بول پڑتے ہیں ''مسلمانو! میں تو مسلمان ہو کر آیا ہوں، پھر بھی مشرکوں کے ساتھ لوٹایا جارہا ہوں، تم لوگ نہیں دیکھتے، میرے ساتھ کیا ہورہا ہے؟ (انھوں نے اللہ کے راستہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائی تھیں) لیکن رسول اللہ ﷺ سب کچھ محسوس کرتے ہوئے بھی، معاہدہ کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے انہیں واپس فرمادیتے ہیں۔ (۱۰)

(۸)

غزوہ خیبر کا موقع ہے، ایک یہودی لیڈر سلام بن مشکم کی یہودی بیوی زینب بنت حارث اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے، اور دریافت کرتی ہے ''بکرے کا کون سا حصہ آپ ﷺ کو زیادہ مرغوب ہے''، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''دست'' یہ سن کر وہ چلی جاتی ہے، اور خاص طور پر دست میں زہر ملا کر بھنی ہوئی بکری آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی ہے آپ ﷺ جب دست کا کچھ گوشت کا حصہ توڑ کر نوش فرماتے ہیں تو اس گوشت سے آواز آتی ہے ''مجھ میں زہر ملا ہوا ہے'' چنانچہ اسی وقت آپ ﷺ لقمہ اگل دیتے ہیں۔ پھر

(۱۰) بخاری (۲۷۳۲، ۲۷۳۱)

Marfat.com

یہودیوں کو جمع کر کے دریافت کرتے ہیں "اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو کیا تم صحیح جواب دو گے ؟یہودی جواب دیتے ہیں! ہاں ہاں! آپ ﷺ پوچھتے ہیں، "کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: جی ہاں ہم نے ملایا ہے۔

نبی ﷺ:۔تم کو کس چیز نے اس پر آمادہ کیا؟

یہودی:۔ہم نے سوچا اگر آپ ﷺ جھوٹے ہیں تو آپ سے چھٹی مل جائیگی اور اگر واقعی نبی ہیں تو زہر آپ پر اثر نہ کرے گا۔

اس کے بعد وہ عورت بھی حاضر کی جاتی ہے، اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہے، اور عرض کرتی ہے "میں نے آپ کی جان لینے کا ارادہ کیا تھا"۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "اللہ تعالی مجھ پر تمھیں قابو نہیں دے سکتا، صحابہ کرام اجازت چاہتے ہیں اور عرض کرتے ہیں "اے اللہ کے رسول (ﷺ) اجازت ہو تو اس کا کام تمام کیا جائے، آپ ﷺ کی طرف سے جواب ہوتا ہے "نہیں"، آپ ﷺ نے اپنے لیے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا(۱۱)، کیوں کہ اپنے لیے بدلہ لینے کی آپ ﷺ کی عادت نہیں تھی۔

(۹)

۸ھ کا واقعہ ہے، مسلمان رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں عمرۃ القضاء کے بعد واپسی کے ارادے سے مکہ مکرمہ سے روانہ ہو رہے ہیں، اچانک سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بچی "امامہ" چچا چچا کہتے ہوئے آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیتی ہے، حضرت علیؓ کی اس پر نظر پڑتی ہے، فوراً اس کو اٹھا لیتے ہیں اور اپنی بیوی حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں، دیکھو یہ چچا کی لڑکی ہے۔ اتنے میں حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ بھی آگے بڑھتے ہیں، اور آپس میں کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت علیؓ :اس کی پرورش میں کروں گا یہ میری چچازاد بہن ہے۔

حضرت جعفرؓ: یہ میری بھی چچازاد بہن ہے، اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے، اس لیے

(۱۱) بخاری (۳۱۶۹)

Marfat.com

مجھے زیادہ حق پہنچتا ہے۔

حضرت زید بن حارثہؓ : (اسلام کے رشتہ سے) یہ میری بھتیجی ہے، میرا بھی اس پر حق ہے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ فرما دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں، خالہ ماں کی جگہ پر ہوتی ہے، (اس لیے اس کو وہیں زیادہ آرام ملے گا) کتنا مناسب فیصلہ تھا، بچی کے آرام وراحت کا بھی نظم ہوا اور دیگر افراد کا بھی دل مطمئن، پھر بھی دیگر حضرات کی دلجوئی اس طرح کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ سے فرماتے ہیں ''تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں''۔

حضرت زیدؓ سے ارشاد ہوتا ہے ''تم میرے بھائی ہو اور میرے مولیٰ ہو''۔

اور حضرت جعفرؓ سے بھی فرماتے ہیں ''تم سیرت وصورت دونوں میں میرے مشابہ ہو'' (۱۲)

اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے اثر سے ان لوگوں کے دل ودماغ میں انقلاب عظیم واقع ہو چکا تھا، وہ لڑکی جو پہلے خاندان کے لیے اور اشراف ورؤساء قوم کی نگاہ میں ننگ وعار تھی اور بعض قبیلوں میں زندہ درگور تک کر دینے کا رواج تھا، آج ایسی عزیز ومحبوب بن چکی تھی جس کی پرورش اور تربیت کے لیے آپس میں مقابلہ کی نوبت آجاتی تھی (۱۳)۔

(۱۰)

غزوہ خندق کا موقع ہے، سردی انتہائی عروج پر ہے، غذا برائے نام، اور کبھی وہ بھی نہیں ملتی، اس حالت میں اللہ کے رسول ﷺ کے جاں نثار ابوطلحہؓ خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں ''اے اللہ کے رسول ﷺ! بھوک سے حال بے حال ہو چکا ہے''، اور اپنا پیٹ کھول کر دکھاتے ہیں جس پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا، یہ دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ اپنے شکم مبارک سے بھی کپڑا ہٹا دیتے ہیں، حضرت ابوطلحہؓ حیران رہ جاتے ہیں، کہ اس میں تو دو ۲ پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ (۱۴)

(۱۱)

اسی غزوہ خندق کے موقع پر شہر مدینہ کی دشمنوں سے حفاظت کے لیے بعض صحابہ مشورہ

(۱۲) بخاری، کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء ۴۲۵۱ (۱۳) نبی رحمت ص (۴۲۰) (۱۴) سیرت ابن کثیر ۱۱۸/۴

Marfat.com

دیتے ہیں کہ مدینہ کے ایک حصہ میں بڑی خندق کھودی جائے جس کو دشمن عبور نہ کرسکیں، اتنی بڑی خندق کھودنی ہے، نہ اس کے لیے مزدور کی تلاش اور نہ اتنے وسائل میسر، صحابہ ہی آپس میں حصے تقسیم کردیتے ہیں اور کام میں لگ جاتے ہیں، ایک صحابی فرماتے ہیں "ابھی میں کام میں مشغول تھا، میری نظر ایک شخص پر پڑی وہ دھول سے اٹا ہوا تھا اور خندق سے دوسری طرف بڑی پھرتی سے مٹی منتقل کررہا تھا، میں غور کرتا رہا، جب میں قریب پہنچا تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی، وہ شخص کوئی دوسرا نہیں تھا بلکہ خود اللہ کے رسول ﷺ تھے جو مسلمانوں کے ساتھ بنفس نفیس خندق کے کاموں میں حصہ لے رہے تھے، اور اشعار پڑھ پڑھ کر ساتھیوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔(۱۵)

(۱۲)

آپ ﷺ کے لاڈلے حضرت زید بن حارثہؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ جو آپ ﷺ کو اپنے لاڈلے نواسے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرح ہی عزیز تھے، تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں:

" اے اللہ کے رسول (ﷺ) قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی ہے، اور قریش کے لوگوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ سے کہہ کر ان کی سزا معاف کراؤں، یہ سننا تھا کہ آپ خفا ہوجاتے ہیں، آپ کا چہرہ سرخ ہوجاتا ہے، پھر فرمانے لگتے ہیں "اللہ کے حدود کے معاملہ میں سفارش کررہے ہو؟ تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ شریف آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا، اور کمزور کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا، سنو! اگر میری لڑکی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا"۔(۱۶)

(۱۳)

اللہ کے رسول ﷺ کے لاڈلے فرزند حضرت ابراہیمؑ کی حالت نازک ہے، اللہ کے رسول ﷺ کو اطلاع ملتی ہے فوراً حاضر ہوتے ہیں، ماحول بالکل بدل چکا ہے، بچہ کی سانسیں اکھڑ رہی ہے، آپ ﷺ کی نظر پڑتی ہے تو بے چین ہوجاتے ہیں، لاڈلے اور اکلوتے فرزند کی جدائی

---

(۱۵) سیرت ابن کثیر ۴/۱۱۷-۱۱۶ (۱۶) ترمذی (۱۴۳۰)

Marfat.com

کس سے برداشت ہوسکتی ہے؟ آپ ﷺ کی انسانیت غالب آجاتی ہے، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پاس ہی موجود ہیں، حیرت سے پوچھتے ہیں، یارسول اللہ ﷺ آپکے بھی آنسو نکل رہے ہیں؟ فرماتے ہیں "اے عوف کے بیٹے یہ تو محبت اور رحمت کے آثار ہیں، پھر فرماتے ہیں، "آنکھیں تو بہہ رہی ہیں، دل رنجور ہے، لیکن زبان سے وہی نکلے گا جس سے میرا رب راضی ہو، اے ابراہیم! تیری جدائی سے ہم بہت مغموم ہیں" (۱۷)۔

(۱۴)

۸ھ کا واقعہ ہے، مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان صلح کا معاہدہ چل رہا ہے، اچانک رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملتی ہے کہ مشرکین مکہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے، اور صلح کا معاہدہ ٹوٹ چکا ہے، آپ ﷺ مکہ کی روانگی کے ارادے سے صحابہ کو باخبر کرتے ہیں، اور خاموشی کے ساتھ مسلمانوں میں تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں۔

ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ چپکے سے ایک خط اہل مکہ کو روانہ کرتے ہیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ کی مکہ روانگی کی خبر ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوجاتی ہے اور وہ خط پکڑا جاتا ہے، مسلمانوں میں ہیجان برپا ہوجاتا ہے، مخبری اور افشاے راز ہر قوم میں جرم سمجھا جاتا ہے، مسلمان تو وعدے کے سچے اور بات کے پکے ہوتے ہیں۔ ان میں خیانت اور غداری کا کیا مطلب؟ رسول اللہ ﷺ حضرت حاطب کو طلب فرماتے ہیں۔ وہ حاضر ہوتے ہی عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! آپ عجلت نہ فرمائیں، خدا کی قسم میں اللہ اور رسول اپر ایمان رکھتا ہوں نہ میں نے اپنا دین تبدیل کیا ہے، اور نہ اپنی وفاداری، پھر اپنا عذر پیش کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ پوری بات سن کر ان کو معذور قرار دیتے ہیں، معاملہ اتنا سنگین تھا کہ آپ ﷺ کی جگہ پر اگر کوئی دوسرا ہوتا تو پتہ نہیں معاملہ کہاں تک پہنچ جاتا، ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کرتا، اللہ کے رسول ﷺ کے قریب حضرت عمر موجود ہیں، عرض کرتے ہیں "یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے اس کی گردن اڑادوں، اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے، اور یہ منافق

(۱۷) بخاری (۱۳۰۳) ومسلم (۲۳۱۵)

Marfat.com

لوگوں میں ہے، رسول اللہ ﷺ ان کی پرانی وفاداریوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''وہ بدر میں شریک تھے، اور اے عمر تمھیں کیا پتہ ہے کہیں اللہ نے اہل بدر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمادیا ہو کہ ''تم جو چاہو کرو میں نے تمہارے سب قصور معاف کردیے ہیں''۔ (۱۸)

(۱۵)

فتح مکہ کا موقع ہے، اللہ کے رسول ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کررہے ہیں، راستہ میں آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث سے ملاقات ہوتی ہے، جنھوں نے آپ ﷺ کو بڑی ایذا پہنچائی تھی اور آپ کی ہجو کی تھی، آپ ﷺ ان سے منھ پھیر لیتے ہیں، ابوسفیان حضرت علیؓ سے اس کی شکایت کرتے ہیں، حضرت علیؓ مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں ''بہتر ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے روئے مبارک کے سامنے کی طرف آؤ اور وہی کہو جو برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا'' ''تا للہ لقد آثرك الله علينا وإن كنا لخاطئين'' خدا کی قسم خدا نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اور بے شک ہم خطا کار تھے'' پھر وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس لیے کہ آپ ﷺ یہ پسند نہیں فرماتے کہ اچھی اور نرم بات کہنے میں آپ سے کوئی بڑھ جائے'' ابوسفیان حضرت علیؓ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے سامنے آکر یہ آیت پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ متاثر ہوجاتے ہیں اور جواب میں فرماتے ہیں۔

''لا تثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهوارحم الرحمين'' آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمھیں معاف فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (۱۹)

(۱۶)

کعب بن زہیر ایک بہت بڑے شاعر تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بہت ہجو کی تھی، اور آپ ﷺ کو پریشان کر رکھا تھا، کسی طرح بھی ہاتھ نہیں آتے تھے، لیکن رفتہ رفتہ حالات اس طرح پلٹا کھا گئے کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنے سے بیزار ہوگئے، ان کے بھائی بجیر بھی شاعر تھے، وہ اسلام قبول کرچکے تھے، انہوں نے کعب کی یہ حالت دیکھی تو مشورہ

(۱۸) سیرت ابن کثیر ۴/۳۰-۳۲۸ و زاد المعاد ۲/۲۱۸ (۱۹) زاد المعاد ۲/۲۱۹

Marfat.com

دیا ''اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضری دو، ان کے سامنے توبہ کرتے ہوئے اپنی ندامت کا اظہار کرو اور اپنے قبولیت اسلام کا اعلان کردو، ورنہ انجام بہت برا ہوگا'' بات ان کے دل میں اتر گئی، سیدھے مدینہ آئے اور اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضری دی، آپ ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر وہیں تشریف فرما تھے، کعب آپ ﷺ کے قریب ہی بیٹھ گئے اور اپنا ہاتھ اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک میں دے دیا، اللہ کے رسول ﷺ ان سے واقف نہیں تھے، انہوں نے خود اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا، ''کعب بن زہیر تائب و مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہے اور آپ سے امان کا خواست گار ہے، کیا آپ اس کی توبہ قبول کریں گے؟'' اللہ کے رسول ﷺ جواب میں فرماتے ہیں ''جی ہاں'' یہ سن ایک انصاری اس کی طرف لپکتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ'' مجھے اللہ کے دشمن سے نمٹ لینے دیں، میں اسی وقت اس کا سر تن سے جدا کیے دیتا ہوں۔''

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''نہیں رہنے دو توبہ کرکے اور اپنی حرکتوں سے باز ہو کر یہاں آئے ہیں، اس لیے میں بھی انہیں معاف کردیتا ہو''۔(۲۰)

(۱۷)

حضرت زید بن حارثہ بنو کلب کے ایک خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ایک مرتبہ ان کی والدہ انہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے میکہ جا رہی تھی، راستہ میں بنو قین بن حسر کے دستہ نے ان پر حملہ کیا اور زید کو قید کرکے عکاظ کے بازار میں بیچ دیا، حکیم بن حزام نے چار سو ۴۰۰ درہم میں انہیں خرید لیا، اور اپنی پھوپھی خدیجہ بن خویلد کی خدمت میں پیش کیا، زید انہیں کے ساتھ رہنے لگے، جب حضرت خدیجہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے نکاح کیا تو اپنے غلام کو آپ ﷺ کے تصرف میں دیدیا۔

ادھر زید کی جدائی سے ان کے والد کا عجیب حال ہے غم سے نڈھال مارے مارے پھر رہے ہیں، ایسے رقت انگیز اشعار پڑھ رہے ہیں کہ سامنے والوں کو ترس آجاتا ہے، اوران پر

(۲۰) دیکھیے تفصیل کے لیے زاد المعاد ۲/۲۶-۲۷۴

Marfat.com

بھی یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اتفاق سے ان کے علاقہ کا ایک قافلہ حج کے لیے مکہ المکرمہ پہنچ جاتا ہے، کچھ لوگ زید کو دیکھ کر پہچان لیتے ہیں، اور ان کے والد کو بتا دیتے ہیں کہ آپ کے فرزند مکہ کے فلاں علاقہ میں فلاں شخص کے پاس رہتے ہیں، اتنا سنتے ہی وہ آپ ﷺ کی خدمت میں مکہ پہنچ جاتے ہیں، خدا کا واسطہ آپ ﷺ کے خاندان، اس کی شرافت اور خدمات کا حوالہ دے کر اپنا مطالبہ پیش کرتے ہیں۔ اتنے سارے حوالے سنتے ہی آپ ﷺ کا دل پسیج جاتا ہے فوراً زید بن حارثہ کو بلواتے ہیں اور ان کے والدین کے سامنے کھڑا کر کے پوچھتے ہیں۔ ان لوگوں کو پہچانتے ہو ؟

زید:۔ ہاں ہاں! یہ مرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ محمد ﷺ۔ ''یہ دونوں تمہیں اپنے ساتھ لیجانا چاہتے ہیں، اور تمہارے سامنے میرا اپنا سلوک بھی موجود ہے، اب تمہیں اختیار ہے، میرے ساتھ بھی رہ سکتے ہو اور اگر چاہو تو اپنے والدین کے ساتھ اپنے گھر چلے بھی جا سکتے ہو، مجھے اس کے بدلے میں کچھ دینے کی بھی ضرورت نہیں''۔

زید:۔ خدا کی قسم میں آپ ﷺ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

زید کے والد:۔ ارے بیوقوف تم آزادی پر غلامی کو اختیار کرتے ہو؟

زید: میں نے اس شخص میں ایسی صفات دیکھی ہیں کہ میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ (۲۱)

(۱۸)

حضرت سلمان فارسی رحضرت صہیب رومی راور حضرت بلال حبشی رغریب، نادار اور پردیسی مسلمانوں میں تھے، اللہ کے رسول ﷺ ہمیشہ ان کی دلجوئی فرماتے رہتے تھے، ان کے سلسلہ میں ذرا کوئی تکلیف آپ ﷺ کو گوارا نہیں تھی، ایک موقع پر یہ تینوں ایک جگہ بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے اچانک ابوسفیان ان کے پاس آئے، یہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوے تھے، ان کو دیکھتے ہی یہ لوگ کہنے لگے'' کیا اللہ کی تلواروں نے دشمنوں کا پوری طرح نشانہ نہیں بنایا ہے؟

(۲۱) الاصابہ ۲/ ۲۴۳-۲۴۱

Marfat.com

حضرت ابوبکر کے کانوں سے یہ آواز ٹکرا جاتی ہے، وہ عرض کرتے ہیں "ارے قریش کے بزرگ اور سردار سے اس طرح کی باتیں کرتے ہو؟ پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر ان کی شکایت کرتے ہیں، آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "اے ابوبکر! ممکن ہے تمہاری باتیں ان پر ناگوار گذری ہو اور تم سے ناراض ہو گئے ہوں، اگر ان (غریبوں کو) تم نے ناراض کر دیا تو اللہ بھی تم سے ناراض ہو جائیں گے" حضرت ابوبکر دوڑے، دوڑے ان لوگوں کے پاس آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں "میرے بھائیوں! میری بات سے تم لوگ ناراض تو نہیں ہوئے؟ وہاں سے جواب آتا ہے "نہیں میرے بھائی اللہ تمہاری بخشش فرمائے ہم تو ناراض نہیں ہوئے"۔(۲۲)

(۱۹)

مسجد نبوی کا مبارک ماحول ہے، صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کو گھیرے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں مجلس چل رہی ہے، اچانک ایک دیہاتی وہیں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیتا ہے، صحابہ کرام کی نظر پڑتی ہے، مارنے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ فرمانے لگتے ہیں، "اسے چھوڑ دو! کوئی تکلیف نہیں دو! اس کے پیشاب پر ایک برتن پانی انڈیل دو، "تم لوگ سہولت و آسانی والے بنا کر بھیجے گئے ہو مصیبت اور تکلیف والے بنا کر نہیں بھیجے گئے"۔(۲۳)

(۲۰)

اللہ کے رسول ﷺ موٹی سی نجرانی چادر زیب تن کئے حضرت انس کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں، اچانک ایک دیہاتی آدھمکتا ہے اور پوری طاقت سے آپ کی چادر کھینچ لیتا ہے، جس کے اثرات آپ کی گردن مبارک پر نمایاں ہو جاتے ہیں، پھر کہتا ہے "اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے میرے لیے بھی اس میں کچھ حکم فرما دیجئے" حضرت انس کہتے ہیں، میں نے نظر اٹھا کر اللہ کے رسول ﷺ پر نگاہ ڈالی، مجھے حیرت ہوئی کہ آپ ﷺ تو مسکرا رہے ہیں پھر اس شخص کے بارے میں حکم صادر فرماتے ہیں کہ اس کی خدمت میں کچھ

(۲۲) مسلم (۲۵۰۴) (۲۳) بخاری (۶۰۲۵)

Marfat.com

پیش کیا جائے''(۲۴)

(۲۱)

ایک نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے''اے اللہ کے نبی مجھے زنا کی اجازت مل سکتی ہے؟''لوگ چیخ پڑتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ،اس کو میرے قریب کر دو، نوجوان قریب آتا ہے اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ جاتا ہے، آپ نہ اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور نہ ڈانٹتے ہیں بلکہ اس کو اس طرح سمجھاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تمہاری ماں کے ساتھ کوئی یہ سلوک کرے (زنا کرے)

نوجوان: نہیں نہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان!

رسول ﷺ: اس طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماں کے ساتھ اس طرح کا سلوک برداشت نہیں کرتے۔

رسول ﷺ: تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی زنا کرے؟

نوجوان: نہیں نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔

رسول ﷺ: دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ کام پسند نہیں کرتے۔

رسول ﷺ: کیا تم اپنی بہن کے لیے یہ چیز پسند کرتے ہو؟

نوجوان: نہیں نہیں! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔

پھر پھوپھی، خالہ وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور نوجوان ہر مرتبہ انکار کرتا رہتا ہے، اور اللہ کے رسول ﷺ یہی فرماتے رہتے ہیں کہ اور لوگ بھی اپنی بہن، پھوپھی اور خالہ کے لیے یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ کوئی اس طرح کا معاملہ کرے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ اپنا ہاتھ نوجوان کے سینہ پر رکھتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں''اے اللہ اس کے دل کو پاکیزہ بنا دے، اس کے گناہوں کی بخشش فرما دے، اور اس کے شرم گاہ کی حفاظت فرما دے۔

اس کے بعد اس نوجوان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ زنا سے بڑھ کر مبغوض کوئی شئی

(۲۴) بخاری (٦٠٨٨)

Marfat.com

اس کی نظر میں نہیں رہتی"۔(۲۵)

(۲۲)

فتح مکہ کا موقع ہے، مسلمانوں کے لشکر جرار کی آمد آمد ہے مکہ کی سرزمین بت پرستوں کی پسپائی اور لشکر اسلام کی کامیابی پر پھولے نہیں سما رہی ہے، شجر و حجر سے مرحبا مرحبا کی صدائیں آ رہی ہے، مشرکین مکہ پر خوف و ہراس کے بادل چھائے ہوئے ہیں، سارے کفار اپنے مستقبل سے مایوس ہو چکے ہیں، ماضی کی ساری شرارتیں اور مسلمانوں سے بدسلوکی کے واقعات اک ایک کر کے دماغ کے اسکرین پر گشت کر رہے ہیں، ناگاہ ابوسفیان حضرت عباس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے جاتے ہیں، یہ وہی ابوسفیان ہیں جنہوںؓ نے بدر، احد اور خندق وغیرہ کے معرکوں میں مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کی قیادت کی تھی، بے شمار مسلمانوں کو تہ تیغ کرایا تھا، کتنی دفعہ خود رسول اللہ ﷺ کے قتل کی تدبیریں کی آج وہ ڈرا ہوا، سہما ہوا، اپنے کرتوتوں پر ندامت کرتا ہوا رسول خدا ﷺ کے دربار میں حاضر ہے، چاروں طرف سے شور ہوتا ہے، "ان کو قتل کیا جائے، بوٹیاں کردی جائے، واپس نہ کیا جائے"، مگر رحمت عالم کا عفو عام ابوسفیان سے کہتا ہے، ڈر کا مقام نہیں، محمد رسول اللہ ﷺ "انتقام کے جذبے سے بالاتر ہیں، پھر نہ صرف اس کو معاف فرماتے ہیں بلکہ بر سر عام یہ اعلان ہوتا ہے" جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امن ہے"۔(۲۶)

(۲۳)

ہندہ ابوسفیان کی بیوی تھی، احد کے معرکہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گا گا کر قریش کے سپاہیوں کا دل بڑھاتی تھی، جس نے حضور ﷺ کے محبوب چچا اور اسلام کے ہیرو حضرت حمزہ کی لاش کے ساتھ بدسلوکی کی تھی، ان کے سینہ کو چاک کیا تھا، ان کے کان ناک کاٹ کر اس کا ہار بنایا تھا، ان کا کلیجا نکال کر چبانے کی کوشش کی تھی، یہی ہندہ فتح مکہ کے دن نقاب پوش سامنے آتی ہے اور یہاں بھی گستاخی سے باز نہیں آتی، لیکن حضور ﷺ پھر بھی کچھ تعرض نہیں فرماتے ہیں، اور یہ بھی نہیں پوچھتے ہیں کہ تم نے یہ کیوں کیا، عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر

(۲۵) مسند احمد ۵/۲۵۷ (۲۲۵۶۴) اسنادہ صحیح (۲۶) زاد المعاد ۲/۲۲۰

Marfat.com

وہ پکار اٹھتی ہے ''اے محمد! آج سے پہلے تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی خیمہ سے مجھے نفرت نہ تھی، لیکن آج تمہارے خیمہ سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں ہے''۔(۲۷)

(۲۴)

وحشی، حضرت حمزہ کا قاتل، فتح طائف کے بعد بھاگ کر کہیں چلا جاتا ہے، وہ مقام بھی فتح ہو جاتا ہے، کوئی دوسری جائے پناہ بھی نہیں ملتی، لوگ کہتے ہیں، وحشی! تم نے ابھی محمد کو پہچانا نہیں، تمہارے لیے خود محمد کے آستانہ سے بڑھ کر کوئی دوسری جائے امن نہیں ہے، وحشی حاضر ہو جاتا ہے، حضور ﷺ دیکھتے ہیں، آنکھیں نیچی کر لیتے ہیں، پیارے چچا کی شہادت کا منظر سامنے آجاتا ہے، آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہے، قاتل سامنے ہوتا ہے، مگر کوئی تعرض نہیں ہوتا ہے، مراحمِ خسروانہ سے سرفراز کیا جاتا ہے، اور صرف یہ ارشاد ہوتا ہے ''وحشی جاؤ میرے سامنے نہ آیا کرو کہ شہید چچا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے''۔(۲۸)

(۲۵)

یہ عکرمہ ہیں، اسلام، مسلمانوں اور خود محمد رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن یعنی ابوجہل کے بیٹے، جس نے آپ کو سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، وہ خود بھی اسلام کے خلاف لڑائیاں لڑ چکے تھے، مکہ جب فتح ہوا تو ان کو اپنے اور اپنے خاندان کے تمام جرم یاد تھے، وہ بھاگ کر یمن چلے گئے، ان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی اور حضرت محمد ﷺ کی انسانیت نوازی کو پہچان چکی تھی، وہ خود یمن جاتی ہیں اور عکرمہ کو تسکین دے کر مدینہ لے آتی ہیں، حضور ﷺ کو ان کی آمد کی خبر ہوتی ہے، تو ان کی خیر مقدم کے لیے اس تیزی سے اٹھتے ہیں کہ جسم مبارک پر چادر تک نہیں ہوتی، پھر جوش مسرت میں فرماتے ہیں، ''اے مہاجر سوار! تمہارا آنا مبارک!(۲۹)

---

(۲۷) سیرت ابن کثیر ۳۶۸/۴

(۲۸) بخاری (۴۰۷۲) (۲۹) زاد المعاد ۲۲۳/۲

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے عطایا

اوران کے دعوتی اثرات

مصنفہ: ڈاکٹر ادیبہ صدیقی

صفحات: ۹۶

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سماجیات

(قرآنی بصیرت اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں)

پروفیسر اختر الواسع

صفحات: ۱۱۲

کتب خانہ سیرت

شاپ ۱۳ ،۳ تیسری منزل، بک مال، اردو بازار۔ کراچی

0333-3114696, 0321-2834249

Whatsapp:0301-2558476

Fb.com/kutbkhanaseart

Marfat.com

رسولِ انسانیت ﷺ کی انسانیت نوازی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک

محمد رسول اللہ

عبدالعلیم خطیب ندوی

Marfat.com